

پنجرہ

نازی مشتاق

Novels
Mania

www.urdu novelsmania.com

Novels
Mania

Urdu Novels Mania Team©

www.urdu novelsmania.com

کہانی۔۔#

پنجرہ۔۔۔۔۔

قسط نمبر۔۔۔1

رائٹر۔۔۔۔۔ نازی مشتاق

وہ اندھا دھند بھاگتی جا رہی تھی۔ پگڈنڈیوں کو پیچھے دھکیلتی۔ شدید تیز بستہ سردی جو ہڈیوں میں اتر رہی تھی۔۔ آسمان پہ چاند بادلوں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہا تھا۔ اور زمین پہ ابن آدم، ہوا کی بیٹی سے۔ یہ آنکھ مچولی کا کھیل جاری تھا۔۔ ہلکا ہلکا سردی کا دھواں رات میں اک عجیب سماں پیدا کر رہا تھا۔۔ جنگل کے اونچے درخت ٹہنیوں تک سردی کی دھند کی لپٹ میں آئے ہوئے تھے۔ وہ ننگے پاؤں، ننگے سر بس سر پٹ دوڑتی جا رہی تھی۔ دوہوس کے پجاری اسکی طاق میں تھے۔ وہ ہانپ رہی تھی۔ مگر اسکی کوشش تھی کہ وہ کسی طرح سے سڑک تک پہنچ جائے۔ بلاخر وہ سڑک تک پہنچنے میں کامیاب ہو ہی گئی تھی۔ وہ بری طرح ہانپ رہی تھی اسکو سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی اسکا سر بری طرح سے چکر رہا تھا۔۔ کچھ ہی فاصلے پہ اک روشنی سی نمودار ہوئی تھی جو کہ اک سفید رنگ کی کرولا تھی۔۔ وہ اسکو روکنے کے چکر میں گاڑی کے سامنے آکھڑی ہوئی تھی۔۔ بہ مشکل بریک لگانے کے باوجود بھی اسکو ہلکی سی ٹھوکر لگ چکی تھی اور وہ گاڑی کے اوپر سے پھسلتی ہوئی نیچے گر پڑی تھی۔۔

اٹھ ری منحوس کب تک سونے گی۔ کام دھندے پہ تیرا باپ جائے گا۔۔ اماں نے اسکی کمر میں ٹانگ ماری۔۔ ہاں بھیج دے باپ کو ہی اسکو تو غیرت ائے گی نہیں۔ اس نے آنکھوں پہ بازو رکھتے ہوئے کہا۔۔ کمبخت ماری اٹھ آ صو کا فون آ رہا بھول رہا سرکار پوچھ رے تیرا دھندے پہ پہنچ۔ تو سب سے زیادہ کما کے دیتی ہے صورت جو بھولی لوگ ایسے پگھلتے۔۔ نجو مسکرا کے کہہ رہی تھی۔۔ میں بتا رہی اماں بہت جلد اس گندگی بھکاریوں کی زندگی سے میں بھاگ نکلو گی۔ میں نہیں رہنے والی۔۔ وہ میلے بستر پہ بیٹھ کے اپنی دراز زلفوں کو جوڑے میں قید کر رہی تھی جب نجو نے اس کو بالوں سے پکڑ کے اک زور دار تمانچہ اس کے منہ پہ مارا۔ خبردار جو آئندہ یہ بھواس کی۔ اچھی بھلی کمائی پہ لات مار رہی ہے نہ شکری۔۔ صنم کی نازک آنکھوں میں آنسو تیرنے لگ گئے۔ اسکو اپنے بھکاری پیشے سے شدید نفرت تھی۔ صبح وہ سڑک پہ کھڑی ہر آنے جانے والی گاڑیوں کے سامنے کھڑی ہاتھ پھیلاتی اسکی معصوم شکل پہ لوگ پیسے لوٹا دیتے وہ ایسی ہی تھی نازک سی ستواں ناک بڑی خوبصورت سیاہ آنکھیں خوابوں سے بھری۔ گندمی رنگت۔ وہ چپ چاپ اٹھی اپنا عبا یا پنہا اور ہر روز کی طرح آج بھی اسی دھن میں نکلی کہ کوئی موقع ملے اور اس گندے پیشے سے وہ جان چھڑوا کے اپنی خوابوں کی دنیا میں بھاگ نکلے۔ جہاں بے تحاشہ پیسہ ہو۔ خوبصورت شہزادیوں جیسے لباس ہوں۔ اک بڑی سی گاڑی ہو۔ اور ساتھ خوبصورت ہمسفر ہو۔۔ وہ سر جھٹک کے چل پڑی اپنے دھندے پہ۔ آنکھوں میں خواب سجائے۔۔۔۔۔

زرتاش بھائی۔۔ جس کے حسن کا کوئی ثانی نہیں تھا۔۔ اک ایسی طوائف جس کے کوٹھے پہ سیاسی لوگوں سے لیکر بھگڑے شہزادوں تک سب کی رسائی تھی۔۔ وہ رات جو اس نے اک سیاسی شخصیت کے نام کی تھی۔ گاؤں میں اک طرف بہت بڑا فارم ہاؤس تھا۔ وہی زرتاش کو بلوایا گیا تھا۔۔ تمام تر رنگینوں کے بعد وہ شراب کے نشے میں دھت بے حال پڑا تھا وہ اٹھی اپنی گاڑی کی چابی انگلیوں پہ گھماتی اک ہاتھ میں نوٹوں کی گٹھیاں پکڑے نکل آئی۔ وہ ایسی ہی تھی کام سے کام رکھنے والی کام ختم اور اسی وقت وہ واپس اپنے کوٹھے پہ آجاتی تھی یہی وہ واحد جگہ تھی جہاں اسے سکون ملتا تھا۔۔ اس رات بھی وہ اکیلی گاؤں سے شہر کی طرف اپنی کرو لائیں بنا ڈرائیور کے خود ہی ڈرائیو کرتی ہوئی آرہی تھی جب اچانک اس کی گاڑی کے آگے اک لڑکی گرمی تھی۔ اس نے گاڑی روک کے بھاگتے ہوئے باہر نکلی۔ سامنے کا منظر دیکھ کے اسے صورتحال کا کافی حد تک اندازہ ہو چکا تھا تبھی اس نے بنا تاخیر کیے اس لڑکی کو اٹھا کے گاڑی میں ڈالا اور گاڑی شہر کی جانب بھگادی۔۔ کوٹھے پہ پہنچ کے اس نے کچھ اور لڑکیوں کی مدد سے اس لڑکی کو اپنے روم پہ بیڈ پہ لٹا دیا۔۔ وہ نیم بے خوشی کی حالت میں تھی۔ زرتاش نے فوراً اپنے فیملی ڈاکٹر کو کال ملائی۔ ڈاکٹر نے چیک اپ کر کے ڈرپ لگا دی اسے شدید دھچکا لگا ہے۔ سکون کا میں نے انجیکشن لگا دیا ہے۔ صبح تک ہوش آجائے گا۔ بس آرام کرنے دو اسے جتنا بھی ہو سکتا ہے۔۔ صبح ہوتے ہی اسے ہوش آنے لگ گیا تھا۔ زرتاش پاس ہی لیٹی تھی۔ ہوش میں آتے دیکھ کے وہ اٹھ کے بیٹھ گئی۔۔ میں کہاں ہوں۔۔ مجھے گھر جانا ہے۔۔ وہ لڑکی بھی پریشان ہو کے بیٹھ

گئی اور چاروں اور دیکھ کے دماغ پہ زور ڈالنے لگ گئی۔ کہ کہاں ہے وہ۔۔۔ تم میرے پاس ہو
 زرتاش کے پاس۔ پریشان نہ ہو۔ مجھے پہلے نام بتاواپنا۔۔۔ زرتاش نے پانی کا گلاس اسکی جانب
 بڑھاتے ہوئے کہا۔۔۔ اس نے غٹا غٹ پانی پیا۔۔۔ نام بتاوشا باش۔ زرتاش نے اس کے کندھے
 تھپتھپائے۔ میں۔۔۔۔۔ میرا نام۔۔۔۔۔ ماہی ہے۔۔۔۔۔

#پنجرہ

#رائٹر۔۔۔۔۔ نازی مشتاق

قسط نمبر۔۔۔۔۔ 2

میں ماہی۔۔۔ اک متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والی گھنڈی لڑکی۔ جس کالج میں پڑھتی تھی وہاں کو
 اسجو کیشن تھی۔ میرے پاپاک پرائیویٹ فرم میں مینیجر تھے۔ اور امی جان جس کالج میں میں پڑھتی تھی
 وہی پہ لیکچرار تھیں۔۔۔ ابو آزاد خیال بندے تھے جبکہ امی تھوڑی سختی کر جاتی وہ بھی اس معاملے میں کہ
 فرسٹ ایئر تک پہنچ کر بھی میرے پاس سیل فون نہیں تھا۔ امی اس حق میں نہیں تھیں کہ بچوں کو فون
 تھما دیے جائیں۔ وہ کہا کرتی تھیں اپنے گھر جب جاوگی تو تمہارا شوہر اپنی مرضی سے لے دے گا۔۔
 اس دن میں اور امی زرا جلدی پہنچ گئے کالج۔ امی نے کچھ نوٹس تیار کروانے تھے۔ امی آفس میں بیٹھ
 کے کام کرنے لگ گئی۔ وہ گیٹ سے انٹر ہوا۔ میں تب گرافونڈ کے چکر کاٹ رہی تھی۔ میری کوئی
 فرینڈ نہیں فحال آئی تھی۔ میں انہی کے انتظار میں تھی۔ خلیے سے کوئی امیر باپ کی اولاد لگ رہا تھا۔

دیکھنے میں بے حد وجہ۔ مغروہ چہرہ گلے میں سلور چین لٹکانے۔ وہ کسی ہیرو سے کم نہ تھا۔۔ میں نے نظریں ہٹالی اس پر سے۔۔ مگر میری سوچ کا محور اسی کے گرد گھوم رہا تھا۔۔ اس نے اک سر سری سی نگاہ مجھ پہ ڈالی اور چو نگم چاتا پاس سے گزر گیا۔۔ خیر میں نے بھی کوئی خاص توجہ نہ دی۔ اور زہن اسکی جانب بھٹک بھی جاتا تو امی کا ڈر رہتا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے کبھی کسی کی جانب نہ زیادہ توجہ دیتی تھی اور نہ بات چیت ہوتی ایک کلاس میٹ کے طور پہ بھی میں کسی سے بات نہیں کرتی تھی مجھے امی نے سختی سے منع کر رکھا تھا جسکی وجہ سے مجھے سب گھنڈی کہتے تھے۔۔ کلاس کا ٹائم ہو گیا تھا۔ اور میری فرینڈز بھی آچکی تھیں۔۔ کلاس میں پہنچ کے بھی ہر کوئی اسی کو ڈسکس کر رہا تھا مجھے سخت کوفت ہو رہی تھی۔ ہاں وہ تھا اس قابل کے ہر اک کی زبان پہ اسی کا تذکرہ رہے۔۔ پہلی نظر میں ہی مجھے وہ اچھا لگا تھا مگر بس اسے اگے میں کچھ نہیں سوچ سکتی تھی۔ میرے سوچنے پر بھی میری امی کا اختیار تھا۔۔ انہوں نے کبھی میں تیز رنگ نہیں پہننے دیے تھے۔ میرے تمام ڈریس لائٹ کلر میں ہوتے میرے کمرے سے لیکر میری الماری تک اور شاید میری زندگی تک بھی رنگوں کا کہیں کوئی ذکر نہ تھا جیسے میرے کپڑے پھیکے بے رنگ ہوتے ویسی ہی میری زندگی بھی تھی۔۔ بے رنگ پھیکے۔۔ وہ نیو تھا ہمارے کالج میں اور سینتیر بھی تھا۔ ہر لڑکی اس کے پیچھے ہوتی مگر میں سب سے الگ تھلگ اپنی قسمت کو کوستی رہتی۔ کیا تھا اللہ یہ بندہ میرے ساتھ ہوتا مجھے تو محبت کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔۔ میں کینٹین میں بیٹھی اپنے اندر سلگتی آگ کو کوک کی ٹھنڈی بوتل سے بجھانے کی کوشش کر رہی تھی جب وہ اپنے دوستوں جن میں زیادہ تر لڑکیاں ہی تھیں۔ وہ میرے سامنے والی ٹیبل پہ جا کے بیٹھ گیا۔۔ میں وہاں سے فوراً اٹھ کے آگئی۔۔ مگر مجھے اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔۔

سنو۔ میں نے پیچھے دیکھا تو یہ وہی تھا اس کو اپنے سامنے یوں دیکھ کر میں اس روز بہت کنفیوز ہو رہی تھی۔ اس کا برانڈڈ پرفیوم جس کی خوشبو میرے حواسوں پہ چھائی ہوئی تھی۔ مگر اگلے ہی لمحے میں نے خود کو اس کے ٹرانس سٹ نکالا۔۔۔ جی۔ میں نے بے رخی دیکھائی۔۔۔ تم انور کیوں کرتی ہو مجھے۔۔۔ میں جہاں ہوتا تم بھاگنے کی کرتی ہو وہاں سے۔۔۔ مطلب ایشو ہے کیا بتاؤ۔ وہ سامنے کھڑا، اک ہاتھ دیوار پہ رکھے جامد چہرے سے مجھ سے پوچھ رہا تھا۔۔۔ کیونکہ مجھے تم پسند نہیں ہو کوشش کرو کہ کم سے کم میرے سامنے آؤ تم۔۔۔ مجھے جتنا غصہ تھا اس پہ نکال دیا۔ اور میں کر ہی کیا سکتی تھی۔ میں کہہ کے پھر رکی نہیں تھی۔ اس نے بھی مجھے روکا نہ مگر مجھے جاتے دور تک دیکھتا رہا تھا۔۔۔

صنم اپنے محسوس بھکاریوں کے لباس میں اداس سڑک کنارے لگے اک پیر کی چھاؤں کے نیچے بیٹھی تھی۔ کیا قسمت ہے اللہ اک طرف ہم ہیں تیری ادنیٰ سی مخلوق اور اک طرف یہ بڑی بڑی گاڑیوں والے ہیں ہم اتنے میلے کچیلے اور یہ صاف ستھرے اچلے۔۔۔ تیری دنیا میں دو طرح کے لوگ کیوں ہیں اللہ سوہنے۔۔۔ وہ نیچے بیٹھی پتھر سے زمین پہ لکیریں کھینچ رہی تھی۔۔۔ مجھے یہ زندگی نہیں جینی ہے اب۔۔۔ اگر کوئی نہ دے ہمارا حق تو اس سے چھیننا ہی پڑتا ہے۔۔۔ اور میں اپنے حصے کی خوشیاں ان امیروں سے چھین کے ہی رہوں گی۔ اس نے اپنا میلہ چوغا اتار کے پھینکا۔۔۔ اپنا دوپٹہ ٹھیک سے اوڑھ کے منہ پہ نقاب ڈالا دوپٹے سے اور چاروں اور نظریں گھما کے تسلی کر کے وہاں سے دبے پاؤں نکل گئی۔۔۔ اسے کچھ پتہ نہیں تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے بس وہ جو پیچھے چھوڑتی جا رہی تھی اسے دوبارہ دیکھنا

نہیں چاہتی تھی۔۔۔ تھک ہار کے وہ اک پوش علاقے کے سامنے بنے مشترکہ گراؤنڈ میں دوپٹہ لپیٹے اپنے گرد وہی پہ بیٹھ گئی۔ سر جھکائے۔ اسے لگا تھا وہ جیت گئی ہے اپنے حالات کو کہیں بہت پیچھے چھوڑ کے آگئی ہے۔ مگر یہ کیسی جیت تھی جہاں وہ شکست خوردہ سر جھکائے بیٹھی تھی وہ اک خوبصورت معصوم لڑکی عمر تقریباً بیس سال۔ جس کے معصوم زہن اور سادہ دل میں اک اچھی پر آسائش زندگی گزارنے کے خواب تھے۔ وہ اپنے پیشے کو ناپسند کرتی تھی۔۔۔ اسے نفرت تھی اپنے میلے کپڑوں سے۔۔۔ وہ خوشبوؤں کی تلاش میں نکل آئی تھی درندوں سے بھری دنیا میں

زرتاش اک مشہور زمانہ طوائف۔۔۔ جسے گلی کا ہر آوارہ، امیر زادے اور ہر کرپٹ بندہ جانتا تھا۔ جو اپنے حالات سے تنگ آکر خود کو مہرو النساء کے کوٹھے کے سپرد کر گئی تھی اور خود کو کہیں دفن کر چکی تھی۔۔۔ مہرو النساء کے مرنے کے بعد اب یہ کوٹھا زرتاش کے پاس تھا۔ وہ 30 سالہ خوبصورت عورت۔۔۔ جس سے کوئی ایک ملاقات میں ہی اپنی دولت لٹا دیتا تھا۔۔۔ اب وہ حالات سے عاجز بے سہارا لڑکیوں کا سہارا بنتی تھی مگر اپنے انداز سے۔۔۔ جہاں سہارا ملتا تھا اک طرف تو دوسری جانب عزت کی نیلامی تھی۔۔۔ کیا نام ہے تمہارا۔۔۔ زرتاش نے ماہی کو جھنجھوڑا۔۔۔

مم۔۔ ماہی۔۔ ماہی نے بہ مشکل اپنا نام بتایا۔۔ گھنگھروؤں کی چھنکار اس کے حواسوں پہ ہتھوڑے
برسا رہی تھی۔۔ میں کہاں ہوں۔ اس نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔۔ تم زرتاش کے کوٹھے پہ ہو۔۔ مگر
فکر نہ کرو یہاں زبردستی والا کوئی چکر نہیں ہے۔ دل راضی تو جو چاہے کرو۔۔ اگر نہیں تو آرام سے رہو
یہاں۔۔ مگر امید ہے تمہارا دل جلد ہی راضی ہو جائے گا۔۔ زرتاش نے مسکرا کے کہا۔۔ نہیں مم
میں اک عزت دار گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں میں مر کے بھی نہیں ایسا کروں گی۔۔ زرتاش نے زور
دار قہقہہ لگایا تو پورا کمرہ اسکے قہقہے سے گونج اٹھا۔۔ عزت دار۔۔ وہ دیوانہ وار ہنسنے لگی۔۔ محترمہ
یہاں جس سے بھی ملو گی وہ ایک سے بڑھ کر ایک عزت دار گھرانے سے آئی ہو گی۔ تم کیا بات کرتی ہو۔
عزت دار وہ منہ پہ ہاتھ رکھ کے ہنسنے جا رہی تھی۔ اور ماہی کی آنکھوں سے آنسو قطرہ قطرہ بہہ رہے تھے

کہانی ----- # پیچرہ

[illegible]

رائٹر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔# نازی۔مشاق

وہ اک پوش علاقے کے مشترکہ گراؤنڈ میں زمین پہ گھٹنے ٹیکے دوپٹے اپنے چاروں اور لپیٹے سر جھکائے بیٹھی تھی۔۔۔ جب کوئی دبے پاؤں اسکے سر پہ آکھڑا ہوا تھا۔۔۔ اہم۔۔۔ اہم۔۔۔ کسی نے اسے اپنی جانب متوجہ کرنا چاہا۔۔۔ اس نے سر اٹھا کے دیکھا تو وہ سامنے کھڑا تھا۔۔۔ وہی جو اس کو اپنی جانب

متوجہ کرتے تھے اک امیر زادہ شاندار لباس میں خوشبوؤں سے گھیرا ہوا پاؤں سے سر تک۔ اجلا صاف لباس۔ بے حد خوبصورت جیسے کوئی شہزادہ۔۔۔ یہاں کیا کر رہی ہو اس وقت۔ اس نے اپنی بارعب آوازیں اسے مخاطب کیا۔۔۔ وہ جو اسے دیکھ کے اپنی خوابوں کی دنیا میں چلی گئی تھی۔ اس کی آواز پہ واپس حقیقت کی دنیا میں آئی۔۔۔ مس ایوری تھنگ از او کے؟ اس نے دوبارہ سوال پوچھا۔۔۔ وہ اٹھ کے اس کے مقابل کھڑی ہو گئی۔۔۔ نہیں کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے۔۔۔ اس نے آنکھوں میں تیرتے آنسوؤں کو ہاتھ کی پشت سے پونچھتے ہوئے کہا۔۔۔ ہم۔۔۔ چلو میرے ساتھ چلو گی یہ سامنے میرا گھر ہے۔ احمر نے سامنے بنے عالیشان محل نما بنگلے کی جانب اشارہ کیا۔۔۔ صنم نے رخ موڑ کے سامنے دیکھا، تو اس کی آنکھیں حیرت اور خیر انگي سے پھٹی رہ گئی۔۔۔ وہ بنگلہ نہیں تھا وہ تو محل تھا۔۔۔ عالیشان محل۔۔۔ وائٹ اور بلیک پینٹ میں ڈھکا اک خوبصورت محل۔۔۔ مم۔۔۔ میں اور آپ کے ساتھ اسس گھر میں۔۔۔ اس نے مزید تصدیق چاہی۔ اسے لگا شاید اسکا وہم تھا یا پھر سننے میں کچھ غلطی ہوئی ہے۔۔۔ ہاں بابا تم سے ہی کہہ رہا ہوں چلنا ہے تو چلو اس نے دو ٹوک انداز اپنایا۔۔۔ ہاں میں چلوں گی صاحب تمہارے ساتھ۔۔۔ وہ مسکرایا تو اسکی جادوئی پرسنالٹی مزید نکھر کے سامنے آئی۔۔۔ ہائے مر جاواں بے اختیار صنم کے منہ سے نکلا۔ کیا کہا۔ اس نے سر زرا کو جھکا یا صنم کی طرف۔ سوہنے ہو تم صاحب۔ وہ بے اختیار ہنسا۔ پاگل چلو اب ویسے اچھا ٹائم گزرے گا تمہارے ساتھ بہت دلچسپ باتیں کرتی ہو تم۔۔۔ رئیس احمر اک 30 سالہ خوب و مرد۔ دولت مند امیر ترین اک کامیاب بزنس مین اور کچھ حد تک سیاست میں بھی انوالور ہتا۔ مگر پس پردہ۔۔۔ وہ اپنی جگہ اپنے کارندوں کو مہرے بنا کے سیاست کھیلتا تھا۔ ابھی تک اس نے شادی نہیں کی تھی۔ کیونکہ اس نے کبھی ضرورت نہیں

محسوس نہیں کی شادی کی۔۔۔۔۔ وہ ہنستی مسکراتی خوشی سے جھومتی اور اپنی قسمت پہ رشک کرتی اس کے ساتھ اس عالیشان بنگلے میں چل دی۔۔۔۔۔

ماہی گھر آئی تو بہت بجھی بچھی تھی۔۔ خیریت تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نہ۔۔ کھانا کیوں نہیں کھا رہی ہو ٹھیک سے۔۔ بشری بیگم نے عینک ٹھیک کرتے ہوئے پوچھا۔ جی امی۔ میں تھوڑی دیر کے لئے سونے جا رہی ہوں۔۔ تھکن ہوئی ہے تھوڑی۔۔۔ وہ کہہ کے اٹھ کے اندر آ گئی اپنے کمرے میں۔۔ بستر پہ لیٹ کے اس نے ایک بازو آنکھوں پہ رکھ لیا۔۔ بند آنکھوں کے دریچوں سے وہی چہرہ جھانکنے لگا۔۔ اسے یاد آنے لگا کتنی نفرت سے اس نے آج بات کی تھی اس سے۔۔ وہ اب کبھی مجھے سوچنا تو دور کی بات وہ میری طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرے گا۔۔ بس اب خوش رہیں گے سب امی، ابواسکی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔۔۔۔۔

شاہان احمر۔۔ ایک بہت بہت بڑے بزنس مین کا اکلوتا بیٹا۔۔ جس کو کسی چیز کی کمی نہ تھی۔۔ ہر بری عادت اس میں تھی نشے کے علاوہ اسکا چکر زرتاش کے کوٹھے پہ بھی لگتا رہتا تھا۔ مگر وہاں صرف وہ رقص دیکھنے جاتا تھا۔۔ وہ کوٹھے کی عورتوں کو منہ لگانا پسند نہیں کرتا تھا۔ اسکا خیال تھا کہ وہ اس کے قابل ہی نہیں ہیں۔۔۔۔۔

تم کیوں اتنے غصے میں ہو یار۔۔ علی نے مسلسل شاہان کو کثرت سے سگریٹ پھونکتے دیکھا تو تنگ آ کے پوچھا۔۔۔ تم جاو یہاں سے میں کچھ ٹائم اکیلے رہنا چاہتا ہوں۔۔ شاہان نے گاڑی سے باہر نکل

کے اک ہاتھ میں سگریٹ پکڑے علی کو واضح وہاں سے جانے کو کہا۔۔۔ وجر تو بتاؤ۔۔۔ علی نے پوچھنا چاہا۔۔۔ میں نے کہا نہ جاؤ تم۔ اس نے سرخ ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھا تو علی چپ چاپ وہاں سے چلا گیا۔۔۔ ہمت کیسے ہوئی اس دو ٹکے کی لڑکی کی۔ وہ مجھ سے شاہان احمر سے اتنی نفرت سے بات کرے۔۔۔ اب دیکھنا زرا تم۔ محبت کے جال میں ایسا پھنساؤں گا تمہیں کہ یاد رکھو گی تم۔۔۔ اس نے جلتا سگریٹ ہاتھوں میں بے دردی سے مسل دیا۔۔۔

مجھے یہ بتاؤ تم وہاں سڑک تک پہنچی کیسے۔ زرتاش نے بیڈ پہ لیٹتے ہوئے اک ہاتھ کی ٹیک سر کے نیچے بناتے ہوئے ماہی کی جانب رخ موڑ کے پوچھا۔۔۔

ماہی سر جھکائے روئے جارہی تھی۔۔۔ گھر واپس پہنچا دوں تمہیں۔ زرتاش نے چیونگم چباتے ہوئے کہا۔۔۔ نہیں اس نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔۔۔ نہیں جانا چاہتی گھر۔ کس منہ سے جاؤں۔۔۔ وہ زارو، قطار روئے لگ گئی۔۔۔ نشو پانی پلاؤ اسے۔ زرتاش نے وہی لیٹے آواز لگائی۔۔۔ تو محبت میں دو کھے کا، چکر ہے۔ اس نے مسکرا کے کہا۔ ماہی کی ہچکی بندھ گئی۔۔۔۔۔

پنجرہ۔۔۔۔۔

قسط نمبر۔۔۔۔۔ 4

تحریر:۔۔۔۔۔ نازی مشتاق

ماہی منہ پہ ہاتھ رکھے روئے جا رہی تھی۔ تو محبت میں دوکھا وجہ ہے۔ زرتاش نے مسکرا کے کہا۔۔
ہیں ہیں۔۔ یہی وجہ ہے دھوکے باز تھا وہ زندگی برباد کر دی اس نے میری۔۔ نفرت ہوتی ہے مجھے
محبت کے نام سے بھی اب۔۔ کیا جاننا چاہتی ہو تم۔۔ کیا میرا حال زار جاننے کے لئے یہ کافی نہیں
ہے کہ میں آج اک طوائف کے کوٹھے پہ ہوں۔۔۔ وہ چیخ چیخ کے بتا رہی تھی۔ جبکہ زرتاش پرسکون
اور مطمئن انداز میں اس کی جانب دیکھے جا رہی تھی۔۔

کہتے ہیں محبت میں انسان خوش رنگ ہو جاتا ہے۔ نکھر جاتا ہے لیکن میں نے تو جس کو بھی محبت
کرتے دیکھا اس کو بکھرا ہی دیکھا اس کو ٹوٹا ہوا ہی دیکھا۔ کتنی ظالم ہوتی ہے نہ یہ محبت ایک زندہ دل
انسان کو مردہ بنا دیتی ہے۔ کتنی تکلیف ہوتی ہے نہ ایک ایسے شخص کو ہر وقت خدا سے مانگتے رہنا
جس کو آپ کے جبینے یا مرنے سے بھی فرق نا پڑتا ہو۔۔ زرتاش خیالوں میں کھولے کہہ رہی تھی۔۔

www.urdu novelsmania.com

تو کیسا لگا میرا یہ غریب خانہ آپ کو۔۔ رئیس احمر نے مسکرا کے پوچھا۔۔ نہ صاحب نہ شکری والی
بات نہ کرو اللہ سو بنے کا تم پہ کرم ہے یہ گھر نہیں محل ہے یہ صاحب۔۔ تم شکر ادا کرو اسکا۔۔ مجھے
نہیں دیکھتے میں آج تمہارے سامنے کھڑی اپنا سب کچھ چھوڑ کے صرف اس زندگی کے لئے۔ میں
جب تم لوگوں کی گاڑیوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے کھڑی ہوتی تھی تو تم بڑے لوگ مجھے جس نفرت سے
دودھ کا رتے تھے۔۔ میں وہ اپنی بے عزتی برداشت نہیں کر پاتی تھی رات کو نیند نہیں آتی تھی نفرت

ہوتی تھی اپنے وجود سے بھی۔ بس چھوڑ آئی میں سب کچھ۔۔ وہ بولے جارہی تھی اور وہ چپ چاپ ہاتھ باندھے اسے پوری توجہ سے سن رہا تھا۔۔ اچھا بس اب بھول جاو سب ابھی تم سو جاو سکون سے یہ سامنے تمہارا کمرہ ہے۔۔ اس نے بیش قیمت فرنیچر سے سجے جس میں گولڈن رنگ کا قیمتی قالین بچھا ہوا تھا اس طرف اشارہ کیا۔۔

یہ میرا کمرہ ہے صاحب۔ صنم نے آنکھوں میں خیرانگی اور چہرے پہ معصومیت لئے پوچھا۔۔ ہاں یہ کمرہ تمہارا ہے تم آرام سے رہو۔ کل میں آفس سے واپسی پہ تمہیں لے چلوں گا شاپنگ پہ تم کچھ کپڑے اور ضرورت کی چیزیں لے لینا اپنی۔۔ وہ کہہ کے مڑا جب اس نے آواز دی۔ صاحب سنو۔ ہاں کو۔ اس نے مڑ کے پوچھا۔ تم مجھ پہ اتنے مہربان کیوں ہو رہے ہو۔ مجھے اب دل میں وسوسوں نے گھیر لیا ہے۔ اس نے ڈرتے ہوئے پوچھا تو وہ قہقہے لگا کے ہنسنے لگ گیا۔۔ بس ریسں کبھی کسی پہ مہربان ہو ہی جاتا ہے۔ تمہارا ٹائم اچھا جو انتخاب تمہارا ہوا۔ کیا مطلب صاحب اس نے معصومیت سے پوچھا۔۔ کچھ نہیں بس سمجھو اللہ تم پہ بھی ہو گیا مہربان۔ وہ مسکرا کے دروازہ بند کر کے چلا گیا اپنے کمرے کی جانب۔۔

اگلے دن شاہان پلان کے مطابق پوری تیاری سے کالج پہنچا۔۔ اسکی نظریں ماہی کی متلاشی تھیں۔۔ مگر وہ کہیں نظر نہیں آرہی تھی۔۔ فری ٹائم میں وہ اکیلا ہی کینٹین چلا گیا۔۔ وہ بھی اپنی مخصوص نشست پہ بیٹھی خیالوں میں گم کھڑکی سے باہر لان میں لگے گلاب کے خوبصورت پھولوں کو دیکھ رہی تھی۔

شاہان نے اسکی نظروں کا تعاقب کیا۔ وہ چپکے سے اٹھا، لان سے اک خوبصورت سرخ گلاب کی آدھ کھلی کلی توڑ کے واپس اس کے ٹیبل تک آیا۔ وہ ہنوز اپنے خیالوں میں گم تھی۔ سامنے پڑے میز پہ دو خالی کولڈ ڈرنک کے کین پڑے تھے جبکہ تیسرا اسکے ہاتھ میں تھا۔ وہ بخوبی اندازہ لگا، سکتا تھا کہ آج اس نے کوئی کلاس نہیں لی ابھی تک۔ چہرے پہ اضطراب تھا۔ وہ کافی دیر سے کھڑا تھا اس کے سامنے مگر اس کو کچھ خبر نہ تھی۔ اس نے ہلکا سا ٹیبل بجا کے اس کو اپنی جانب متوجہ کیا۔ اسے یوں اپنے سامنے دیکھ کے اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ یہاں کیا کر رہا تھا وہ صبح سے اسی سے تو چھپ رہی تھی وہ اسکا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی کہ مزید وہ اس کے بارے میں کچھ سوچے۔ تم کیوں آئے ہو یہاں میں نے کہا نہ مت آیا کرو میرے سامنے۔ وہ کھڑی ہو کے اس پہ غصہ نکال رہی تھی۔ شاہان نہ خود پہ قابو رکھا۔ ورنہ اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسے اٹھا، کے اسی کھڑکی سے باہر دے مارے۔۔ وہ مسکرایا اور اس کے ٹیبل پہ وہی آدھ کھلی گلاب کی کلی رکھ کے باہر چلا گیا کینٹین سے۔ ماہی خیر ان کھڑی اسے اک بار دیکھے اور اک بار اس کے رکھے پھول کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

پنجرہ

قسط نمبر 5

[illegible]

واہ رے سوہنے رہا۔ کیا ایسے بھی قسمت مہربان ہو سکتی ہے کسی پہ۔ کل تک میں میلیے کچیلے بستر پہ تھی اور آج اس نرم و ملائم ریشم کے بستر پہ ہوں۔ صنم نے بیڈ پہ لیٹتے ہوئے ریشم جیسے ملائم کسبل کو خود پہ لیٹتے ہوئے سوچا۔ اسے آج خوشی سے نیند ہی نہیں آرہی تھی۔ کبھی وہ بیڈ پہ اچھلتی کسی معصوم بچے کی طرح کبھی کمرے کے اک کونے میں رکھے قد آور آئینے میں خود کو دیکھتی۔ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ صبح ہوتے ہی وہ اٹھ کے سارے گھر کا جائزہ لینے لگ گئی۔ تمام گھر کو اچھی طرح دیکھنے کے بعد وہ بے تکلفی سے احمر کے کمرے میں جا پہنچی۔ اسے لگتا تھا وہ اسکا دوست ہے وہ اسکا ہمدرد ہے۔ احمر کچھ نیند اور کچھ نشے کے خمار میں بستر پہ مدخوش پڑا تھا۔ صاحب تمہارا گھر تو محل سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ اس نے اک ہاتھ کو دوسرے مار کے خوشی سے کہا۔ دوسری طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ صاحب اٹھو نہ۔ تم کیا کھاؤ، گے میں تمہارا ناشتہ بناؤں۔ ہنوز خاموشی تھی دوسری طرف۔ وہ بلا جھجک اس کے پاس جا پہنچی تھی۔ وہ اک بازو آنکھوں پہ رکھے لیٹا تھا۔ صاحب اٹھو نہ اس نے بازو ہلایا۔ احمر نے سرخ نیند اور نشے میں دھت آنکھوں سے اسکی جانب دیکھا۔ اسکا دماغ اس وقت کام کرنا چھوڑ چکا تھا۔ صص صاحب تم کو کیا ہوا ہے۔ میں پانی لاتی ہوں۔ صنم نے پریشان ہوتے کہا اور جانے کو پلٹی مگر اگلے ہی پل اسکا نرم ہاتھ احمر کی مضبوط گرفت میں تھا۔ چھوڑو صاحب تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں مجھے لگتی۔ اس نے ہاتھ چھڑوانا چاہا۔ مگر بے سود اس نے پوری قوت سے اسے اپنی اور کھینچا۔ اور اگلے لمحے وہ اس کے بستر پہ تھی۔۔۔

اس نے پھول اٹھایا اور خاموشی سے وہاں سے نکل آئی۔۔۔ اسے کچھ سمجھ نہیں، آ رہا تھا کہ یہ سب خواب ہے یا حقیقت۔ شاہان۔۔۔ اس نے مجھے پھول کس لئے دیا کیا وہ بھی مجھ میں انٹر سٹیڈ ہیں؟ سوچ سوچ کہ اسکا دماغ ماؤف ہو چکا تھا۔ رات یوں ہی آنکھوں میں کٹ گئی۔۔۔ اگلے دن اسکی طبیعت خراب تھی نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے اسکا سر چکر رہا تھا۔۔۔ ناشتہ ٹیبل پہ لگانے کے بعد بشری بیگم بھی اسجد صاحب کے ساتھ ناشتہ کرنے بیٹھ گئیں۔۔۔ ماہی۔۔۔ ماہی بیٹا جلدی کرو ناشتہ لگا دیا ہے آ کے کرو کالج کے لئے دیر ہو رہی ہے بیٹا۔۔۔ ماہی۔۔۔۔۔ یہ جواب کیوں نہیں دے رہی ہے۔۔۔ آپ ناشتہ شروع کرو میں زرا اسے دیکھ کے آتی ہوں۔۔۔ وہ اٹھ کے کمرے میں آئی۔ جب وہ بے سدھ سو رہی تھی۔۔۔ لڑکی اٹھو دیر ہو رہی ہے کالج سے۔۔۔ بشری بیگم نے جیسے ہی اسے اٹھانے کو ہاتھ بڑھایا وہ گھبرا گئیں۔۔۔ ماہی شدید بخار میں تپ رہی تھی۔۔۔ ماہی آنکھیں کھولو میری جان میری گڑیا۔۔۔ انہوں نے اسکا چہرہ ہلایا مگر اسے کوئی ہوش نہ تھا۔۔۔ اسجد صاحب۔۔۔ انہوں نے وہی سے آواز لگائی جب اسجد صاحب بھاگے ہوئے کمرے میں آئے۔۔۔ کیا ہوا بیگم سب خیریت ہے نہ۔۔۔ اسجد صاحب ماہی کو سخت بخار ہے۔۔۔ آپ پلیرا سے فوراً ڈاکٹر کے پاس لے جائیں۔ میری آج میٹنگ ہے میں جلد کوشش کروں گی آنے کی۔ مجھے کال پہ بتا دینا آپ۔ بشری بیگم کافی پریشان ہو رہی تھیں۔۔۔ ارے بیگم آرام سے جاو آپ کالج میں آج آفس نہیں جاؤں گا اپنی گڑیا کے پاس رہوں گا آپ بے فکر ہو کے جاو۔ اسجد صاحب نے تسلی دی۔۔۔ چلیں یہ اچھا ہو گیا۔ ورنہ میرا آنا تو بہت مشکل ہو جاتا۔ انہوں نے ماہی کا ہاتھ چوما اور کالج کے لئے نکل گئیں۔ اسجد صاحب نے گھر پہ ہی ڈاکٹر کو بلوایا تھا۔۔۔ پریشانی والی کوئی بات نہیں ہے بس تھکن اور آرام کی کمی کے باعث انہیں بخار ہے دوا انہیں ٹائم پہ

دیں اور جو سسز وغیرہ دیں ریٹ جتنا ہو سکتا کروائیں انہیں دو دن تک تو یہ بالکل فٹ ہیں۔۔ ڈاکٹر کہہ کے چلا گیا۔۔ ہاں بیگم صاحبہ پریشان نہ ہو بس ریٹ کی ضرورت ہے ہماری گڑیا کو۔ آپ کا بچ کل کی بھی لیو دے آو ماہی کی اسے ریٹ کی سخت ضرورت اسجد صاحب، نے بشریٰ بیگم کو تمام حالات سے باخبر کیا۔۔ چلیں شکر ہے۔۔ بشریٰ بیگم بھی مطمئن ہو گئی۔۔۔

[illegible]

۔۔۔۔۔ شہزادے اسکے پاس سیل فون نہیں ہے ہاں گھر کا ہے اسکا۔ علی نے بتایا۔ کیا
بکواس ہے یار۔ شاہان کا ہر پلان خراب ہو رہا تھا۔ اور وہ کل آجائے گی۔ بیمار تھی وہ چھوٹی پہ تھی دو
دن سے۔۔ علی نے مزید اسے بتایا۔ چلو آجانے دو اس بار پہلا گفٹ سیل فون ہی دوں گا اپنی محبوبہ کو
وہ ہنسا۔ تو بہت بڑا کسی۔۔ اونے گالی نہیں شاہان نے انگلی دیکھائی تو دونوں قہقہے لگا کے ہنسنے لگ
گئے۔۔

ہاں جی کیسا ہے میرا بچا اب۔۔ بشری بیگم نے پیار سے ماہی کو اپنے ساتھ لگا لیا۔۔ اب بہتر ہوں امی۔۔ چلو گڈ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔۔ کیا کھاو گی میری گڑیا میں بنا لاؤں آپ کے لئے۔۔ بس سوپ بنادیں امی۔ ماہی نے اسجد صاحب کے کندھے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔۔ اوکے میری جان وہ ہنس کے کیچن میں چلی گئیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اگلے دن وہ کالج آئی تو شاہان اسکا بے صبری سے انتظار کر رہا تھا۔۔۔۔

پنجرہ۔۔۔۔۔

قسط نمبر 6

[illegible]

وہ جیسے ہی کالج کے دروازے سے انٹر ہوئی۔ وہ سامنے ہی کھڑا تھا۔ کندھے پہ کالج بیگ لٹکائے۔۔۔ اسکی آنکھیں ماہی کی ہی منتظر تھیں۔ اسے اپنے سامنے دیکھ کر ماہی سے قدم اٹھانا مشکل ہو گئے تھے۔۔۔ اپنے مخصوص انداز میں چیونگم چباتا، نظریں اسی پہ گاڑھے وہ پیلر سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔۔۔ کیا ہوا گریٹا۔ رک کیوں گی؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نہ تمہاری۔ بشری بیگم نے اسے یوں اچانک رکتے دیکھ کر پوچھا۔۔۔ جج۔۔۔ جی امی میں ٹھیک ہوں وہ شوز تھوڑا پاؤں کو لگ رہا تھا اس لئے۔ ماہی نے ہانا بنایا

- اچھا۔۔ چلو آج کالج کے بعد دونوں ماں بیٹی بازار جائیں گی تمہارے لیے نئے جوتے لےینے۔ ٹھیک ہے نہ۔ بشری بیگم نے پیار سے کہا۔ جی امی اس نے سامنے کھڑے شاہان کو یکسر نظر انداز کیا۔۔ کب تک دور دور بھاگو گی اک دن تو آو گی نہ پاس وہ سوچ کے مسکرایا۔۔

وہ روتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب بھاگی۔۔ اور دروازہ اندر سے لاک کر لیا۔۔ احمر سر پکڑ کے بیٹھ گیا تھا واٹ داف۔۔۔۔۔۔ یہ میں نے کیا کر دیا۔۔ میں سب اس کے ساتھ تو ہر گز نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔ پھر کیوں۔۔ وہ معصوم تھی بہت میں اس کو خوشیاں دینا چاہتا تھا۔ اسے بتانا چاہتا تھا کہ یہ ہے زندگی۔۔ مگر۔۔ وہ اس کے کمرے کی جانب بھاگا اس نے ہاتھ بڑھایا دستک کے لئے مگر اگلے ہی لمحے اس نے ہاتھ پیچھے کھینچ لئے۔۔ اس نے اپنی گاڑی کی چابی اٹھائی اور باہر نکل گیا۔۔ اسے یوں ہی بے سبب روڈ پہ گاڑی بھگاتے کافی وقت ہو گیا تھا۔ اسکی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ اسکا سامنا کر سکے۔ سارا دن وہ سڑکوں پہ یوں ہی بے سبب گاڑی دوڑاتا رہا۔۔ اچانک اسے یاد آیا کہ اس نے صنم کو آج شاپنگ کروانا تھی اس کے پاس پہننے کو ایک بھی ڈریس نہیں تھا۔ اس نے گاڑی اک منگے ترین مال کے سامنے کھڑی کی اور خود اندر چلا گیا۔۔ تسلی سے اسکی شاپنگ کرنے کے بعد اس نے گاڑی کا رخ گھر کی جانب موڑ دیا۔

کلاس ختم ہوتے ہی وہ باہر لان کی جانب چل دی جہاں رنگ رنگ کے پھول تھے وہاں بہت کم آنا جانا تھا اسٹوڈنٹس کا۔۔ وہ اک درخت کے سائے تلے جا کے بیٹھ گئی تھی۔۔ وہ بھی اسکو ڈھونڈتا اسی جانب آ گیا تھا۔۔ اہسمم اہسمم۔ اس نے مڑ کر دیکھا تو وہ دشمن جاں اسکے سامنے کھڑا تھا۔ اسکا ضبط جواب دے چکا تھا۔ آخر مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ۔ وہ اس پہ پہلی بار چنجی تھی۔ وہی تو میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر مسئلہ کیا ہے۔۔ اس نے دوبارہ اسی کا سوال دوہرایا مگر پرسکون انداز میں۔۔ چہرے پہ اک جان لیوا مسکراہٹ تھی۔۔ ماہی نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹا لی۔۔ پلیز میرے سامنے مت آیا کرو اس بار ریکویسٹ کر رہی ہوں تم سے۔۔ مجھے وجہ بتا دو مجھ سے یوں گریز کی تو وعدہ دوبارہ تمہیں اس کالج میں ہی نظر نہیں آوے گا۔ مگر ریزن ٹھوس ہونی چاہیے۔۔ اس کے سوال پہ وہ نظریں چرانے لگ گئی۔۔ بتاؤ۔ اس نے دوبارہ پوچھا۔۔ میں تمہیں بتانا ضروری نہیں سمجھتی۔ اس نے ٹالنا چاہا۔ تو محترمہ پھر آپ میرے کہیں بھی آنے جانے پہ پابندی نہیں لگا سکتی۔ اس نے مسکرا کے کہا۔۔ اوکے تو مجھے ہی پھر یہ کالج چھوڑنا پڑے گا۔ وہ کہہ کے جانے کو مڑی جب شاہان نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ آئی لویو۔ اس نے اچانک ماہی کے سر پہ بم پھوڑا تھا۔۔

زرتاش محبت کے نام پہ دھوکا کھاتی بھگتی بلاخر مہر والنساء کے کوٹھے پہ آ پہنچی تھی۔۔ مہر والنساء کو صرف پیسے سے پیار تھا۔ قسمت کی دیوی اس پہ مہربان ہو چکی تھی زرتاش کی صورت میں۔ اس نے آپنا آپ مہر والنساء کو سوئپ دیا تھا۔ کیا ارادہ ہے تیرا چھوری رقص سیکھنا ہے یا میزبانی کے

فرائض سرانجام دے گی۔ اس نے ذومعنی انداز میں پوچھا۔ جسم فروشی کروں گی۔ اسکے جواب پہ اک لمحے کو کمرے میں موجود ہر اک کا دل لرزہ تھا۔۔

#ناول-----پنجرہ

[illegible]

7. _____ #قسط

وہ ڈھیر سارے شا پنکڑ بیگ اٹھائے گھر میں داخل ہوا، وہ باہر لان میں اکیلی بیٹھی تھی۔۔ گھر کے اندر داخل ہوتے ہی صنم کو نہ پا کے اس کے روم میں وہ دیوانہ وار اسے آوازیں دیتا ہوا باہر کی جانب بھاگا جب اچانک لان کی طرف اسکی نظر پڑی۔ وہ بھاگتا ہوا اسکی طرف لپکا۔ تم جواب کیوں نہیں دے رہی تھی میں پاگلوں کی طرح تمہیں ڈھونڈ رہا ہوں۔ اس نے برہمی سے کہا۔۔ وہ خاموش سر جھکائے اک پاؤں کو دوسرے پہ رگڑتے ہوئے کھوئی ہوئی تھی اپنی ذات میں۔ احمر کو اب اس پہ غصہ آرہا تھا۔۔ سن رہی ہو؟ تم نے کچھ کہہ رہا ہوں۔۔ احمر نے اسے کندھوں سے پکڑ کے جھنجھوڑا۔۔ وہ ہنوز خاموش بت بنی بیٹھی رہی۔۔ اندر چلو تمہارے کچھ کپڑے اور استعمال کی چیزیں لایا ہوں آ کے دیکھ لو نہیں کچھ پسند تو بتا دو۔ اب کی بار احمر نے اپنا لہجہ نرم رکھتے ہوئے کہا۔۔ بس صاحب۔ مجھ پہ اور مہربانی نہ کرو میرا وجود تمہاری مہربانیوں کا احسان اب اور نہیں اتار سکتا۔ اس کے منہ سے الفاظ نہیں کانٹے نکلے تھے جو احمر کو اپنے سارے وجود میں پچھتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ دیکھو۔ وہ

اک غلطی تھی۔ اسے اک برا خواب سمجھ کے بھول جاؤ۔ تم بھی جانتی ہو کہ سب اچانک تھا۔ میں یہ سب نہیں چاہتا تھا۔ اس نے صنم کو وضاحت دی۔۔ اس نے دوسری جانب منہ موڑ لیا۔۔ میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں صاحب۔۔ بس شکریہ تمہارا۔ میں نے دیکھ لی تم بڑے لوگوں کی زندگی کی رنگینیاں۔ اس کا لہجہ تلخ تھا۔ آنکھیں نم تھیں۔۔ تم کہیں نہیں جا رہی اندر آؤ۔ احمر نے اسکا بازو پکڑا اور اندر لے آیا۔۔ اچھا تم چاہتے ہو کہ میں کہیں نہ جاؤں یہاں سے۔ اس نے جگمگاتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔ ہاں بالکل میں یہی چاہتا ہوں کہ تم یہیں رہو۔ احمر نے اس کو کندھوں سے پکڑ کے کہا۔ تو میری اک بات مانو گے اس کے لہجے میں اک آس تھی۔ ہاں جو کہو گی مانوں گا وہ مسکرایا۔ مجھ سے شادی کر لو صاحب جو بوجھ میرے وجود پہ ہے وہ کم کر دو۔ ساری زندگی تمہاری احسان مند رہوں گی۔ احمر کا رنگ پیلا پڑنے لگا۔ اسکی گرفت صنم کے کندھے پہ ڈھیلی پڑنے لگی۔۔

آئی لویو ❤️۔۔۔۔۔ رات کے اس پہر اسے بار بار شاہان کا اظہارِ محبت یاد آ رہا تھا اسکے چہرے پہ اک معصوم مسکراہٹ ابھر آتی تھی۔۔ تب تو وہ اپنا ہاتھ اسکے ہاتھوں سے چھڑوا کے بھاگ آئی تھی۔۔ مگر اسکا یوں اظہار کرنا اسے بہت اچھا لگ رہا تھا۔۔ وہ اپنی قسمت پہ رشک کر رہی تھی۔ وہ جس کے ساتھ کے خواب دیکھتی تھی وہ سچ ہونے کو تھے۔۔ صبح وہ بہت احتمام سے تیار ہوئی تھی۔ کچھ نئی نئی کم عمری کی محبت کے رنگ تھے جو قوس قزح کی طرح اس کے پورے وجود میں اتر آئے تھے۔۔ مسکراہٹ اسکے چہرے کا احاطہ مسلسل کیے ہوئے تھی۔۔

مگر اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ جواباً اسکی محبت کا جواب دے سکتی۔۔ کالج بھی اس نے کوئی ایک دو کلاس ہی ایڈنڈ کی ہوگی۔ اسکا دل پڑھائی میں نہیں لگ رہا تھا۔۔ شاہان آج پلان کے مطابق کالج نہیں آیا تھا۔ اسے لڑکیوں کو راغب کرنے کے تمام حربے آتے تھے۔ دوسری جانب ماہی اسے آج کالج نہ پانے کے شدید اضطراب کا شکار تھی۔ وہ کئی بار اسکی کلاس کے سامنے کے چکر کاٹ چکی تھی علی اس کی تمام حرکات پہ کڑی نظر رکھے ہوئے تھا اور پل پل کی خبر شاہان تک پہنچا رہا تھا۔ توسکا مطلب شکار پنجرے میں بند ہونے کو فل تیار ہے۔ وہ ہنس رہے تھے اسکی محبت کا مزاق اڑایا جا رہا تھا وہ بے جبر اس بات سے انجان شاہان کی ایک جھلک دیکھنے کو بے چین تھی۔۔ اگلے دن وہ آیا اور اسی جگہ سب سے الگ تھلک لان کے ایک طرف درخت سے ٹیک لگائے اس کی جانب پشت کیے کھڑا تھا۔ جب وہ دبے پاؤں اس کے قریب آئی کچھ دیر کی جھجھک کے بعد وہ آہستہ آواز میں گویا ہوئی۔۔ کل کہاں تھے؟ اس نے مڑ کے دیکھا تو وہ سامنے کھڑی تھی دونوں ہاتھوں کی گرفت میں فائل سینے سے لگائے نظریں جھکائے وہ سامنے کھڑی تھی۔۔ کیوں مجھے مس کر رہی تھی تم کل۔ اس نے مسکرا کے پوچھا۔۔ نن۔۔ نہیں میں کیوں مس کرنے لگ گئی تمہیں۔ ٹھیک ہے مت کہو مجھ سے حال دل جب خود کی فیلنگز سمجھ میں آنے لگ جائیں تو تبھی میں اب کالج آؤں گا۔ بائے وہ بے دردی سے کہتا مڑا ہی تھا کہ وہ بول پڑی۔ شاہان پلیز مت جاؤ۔ ہاں مس کیا تھا تمہیں اور بے حد کیا تھا۔ آج سے نہیں تمہارے اظہار کرنے سے بہت پہلے سے میں تمہیں چاہتی ہوں۔ وہ بولے جا رہی تھی نظریں جھکائے اور وہ اس سے چھپ کر اسکی آواز اپنے فون میں ریکارڈ کر رہا تھا۔۔ تم جانتے ہو تم نے مجھ سے جب اظہار کیا تھا شاہان وہ لمحہ میری زندگی کا سب سے خوبصورت لمحہ تھا۔ ماہی تم سچ کہہ رہی ہو

کیا۔ اس نے جان بوجھ کر اسے اس کے نام سے پکارا تھا۔ ہاں سب حرف بہ حرف سچ ہے ماہی کو صرف تم سے محبت ہے شاہان۔ اس نے ریکارڈنگ بند کی اور بے تحاشہ ہنسنا شروع کر دیا اسکی جانب ہاتھ کا اشارہ کر کے۔ وہ قہقہے لگا رہا تھا وہی پاس سے کہیں علی بھی نکل آیا تھا ماہی نا سمجھی سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔ علی سن یہ۔ اس نے ہنستے ہوئے پلے کا بٹن دبایا اور ماہی کی زندگی کی سانسیں وہی جامد ہو کے رہ گئی۔ اسکی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اب یہ تمہاری کھڑوس ماں تک بھی پہنچے گی آواز تو ساری اسکی اکڑ دھری رہ جائے گی۔ وہ منہ پہ ہاتھ رکھے وہاں سے بھاگ گئی تھی۔ کالج آف ہو چکا تھا اس نے چادر منہ تک اوڑھ کے نقاب ڈالا، اور بشری بیگم کے آنے سے پہلے ہی کالج سے نکل گئی۔ یہ خوف کہ میرے ماں باپ کے سامنے میری عزت کا جنازہ وہ نکالے گا وہ سب سہ نہیں پار ہی تھی۔ وہ اس دھوکے اور فریب کی دنیا سے بہت دور نکل جانا چاہتی تھی۔ وہ بس بھاگتی جا رہی تھی کچھ دور جا کے اس نے اپنے بیگ کا بوجھ بھی اتار پھینکا تھا۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی وہ کہاں جا رہی ہے۔ بس وہ سرپٹ دوڑتی جا رہی تھی۔

www.urdu novelsmania.com

شاہان اگلے دن کالج آیا تو خبر ملی کہ ماہی اسجد گم شدہ ہے میڈم بشری کل سے ہوسپتلائز ہیں ان کو رات سے کچھ ہوش نہیں ہے۔ اسجد صاحب کا اک چکر ہوسپتلائز لگتا ہے اور دوسرا اتھانے میں۔ وہ نہیں جانتا تھا اسکا یہ مزاق اک پورے کا پورا گھرتباہ کر کے رکھ دے گا۔ وہ گھر آیا تو شدید ڈپریشن میں تھا۔ اسکا باپ رئیس احمر اک بہت بڑا بزنس مین جو گھر شاز و نادر ہی ملتا تھا ماں کا اسکی پیدائش کے فوراً

بعد انتقال ہو چکا تھا اسے اک عایانے پالاتھا۔ حد درجہ بگڑا ہوا۔ وہ کمرے میں آیا اور کچھ ہی پل میں
نجانے کتنے سیگریٹ پھونک چکا تھا۔ سارا دن وہ بستر پہ اوندھا پڑا رہا۔ رات کے نجانے کس پہر اسکی
آنکھ کھلی اپنا سیل فون اٹھایا اور بے ارادہ اسکی آواز سننے لگ گیا۔ نجانے کب وہ اسے محبت کر بیٹھا
تھا۔ مگر اب سب بے سود تھا۔ وہ سب کھو چکا تھا۔۔۔

بنجرہ۔۔

از قلم۔۔۔۔۔ نازی مشتاق

قسط نمبر۔۔۔ 8

ہیلو سرجی۔۔ سرجی آپ جلدی سے واپس آجائیں۔ ملازم خان بابا نے بہت پریشانی میں احمر کو کال
ملائی۔ کیا ہوا بابا آپ مجھے پریشان کر رہے ہیں۔ سب ٹھیک ہے نہ؟ احمر خاصا پریشان ہو گیا تھا۔
شاہان تو ٹھیک ہے نہ؟ بابا میرا بیٹا ٹھیک ہے نہ؟ احمر کی واحد خوشی اسکی زندگی کا سہارا اسکا اکلوتا بیٹا
شاہان تھا۔

کچھ ٹھیک نہیں سرجی۔ شاہان صاحب کچھ دنوں سے بہت اپ سیٹ رہتے تھے۔ آج میں جب لہج
کے لئے انکے روم میں گیا تو انہوں نے نیند کی گولیاں کچھ زیادہ ہی کھالی تھیں سر۔ میں اب ہسپتال
میں ان کے پاس ہوں۔۔ خان بابا نے تفصیل بتائی۔ بابا آپ مجھے اب بتا رہے جب وہ پریشان تھا تو
فورا کیوں مجھے خبر نہیں کی۔ احمر غصے سے بولا۔ سر مجھے لگا وقت ہی ہوگی پریشانی کوئی کالج کی۔ بس بابا مجھے

کوئی فضول بات نہیں سننی آپ اس کے پاس رہو میں فوراً اپنی سیٹ کروا کے پہنچ رہا ہوں۔ احمر بزنس کے سلسلے میں دبئی گیا ہوا تھا دو ہفتوں کے لئے۔ اس نے فوراً اپنی سیٹ کروائی۔۔۔
 ماہی۔۔۔۔۔ ماہی۔۔۔۔۔ اسے جب بھی ہوش آتا وہ اسی کا نام پکارتا تھا۔۔۔۔۔

رات ہو چکی تھی اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے مسلسل چلنے کی وجہ سے۔ آنکھوں کے سامنے نیم تاریکی تھی۔۔۔ وہ پاس کی اک کچی آبادی میں پہنچ چکی تھی۔۔۔ جہاں کافی فاصلے پہ گھر تھے بنے ہوئے۔
 اک طرف گھنا جنگل تھا جس کے ختم ہوتے ہی شہر کی بڑی سڑک شروع ہو رہی تھی۔۔۔ اس نے رات گزارنے کے لئے اک گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ کون آئے۔ اندر سے اک آدھیر عمر کی آواز آئی۔ کھ۔۔۔
 کھولو دروازہ۔ خدا کے واسطے۔۔۔ ان۔۔۔ اندر آنے دو۔۔۔ اس نے بہ مشکل کہا۔ تھ بستر سردی کی وجہ سے اس سے الفاظ بھی ٹھیک سے ادا نہیں ہو رہے تھے۔ اس عورت نے دروازہ کھول دیا۔ ماہی کو اندر لائی۔ کمرے کا ٹمپر پیچر خاصا گرم تھا۔ کچے مکان کے کمرے کے اک طرف دیکھتے انگاروں سے بھری انگیٹھی پڑی تھی۔۔۔ ماہی کی اب حالت بہت حد تک سنبھل چکی تھی۔۔۔ صفورہ خالہ وہ اسی نام سے محلے میں جانی پہچانی جاتی تھی۔ اس کا خاوند کافی عرصہ پہلے بیماری کے باعث انتقال کر چکا تھا۔
 صفورہ اس کا اکلوتا بیٹا تھا۔ جو کوئی کام کاج نہیں کرتا تھا۔ سارا دن وہ نشہ کرتا اور پھر ماں کی مار پیٹ کھا کے اک طرف پڑا رہتا تھا۔۔۔ صفورہ خالہ گھر کے آدھے حصے پہ سبزی ترکاری لگاتی سارا محلہ اسی سے خریدتا تھا۔ اس طرح گھر کا تمام نظام چل رہا تھا۔۔۔ اب بتا بیٹی کدھر سے آئی ہے تو۔ کپڑے بھی کسی

سکول کے لگ رہے ہیں۔ کیا ماجرہ ہے۔ صفورہ خالہ نے انگلی تھوڑی کے نیچے رکھتے ہوئے اس کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ میں اپنے کالج کے ساتھ آئی تھی گھومنے۔ تو راستہ بھول گئی ہوں گھر کا۔ میری یادداشت بھی کچھ کمزور ہے۔ میں صبح ہوتے ہی چلی جاؤں گی۔ اس نے جھوٹی کہانی خالہ کو سنائی۔ کہاں جائے گی۔ یاد جب تجھے کچھ ہے نہیں تو۔ تم میرے ساتھ رہو جب یاد آجائے تو چلی جانا۔ لڑکی ذات ہے کوئی اونچ نیچ نہ ہو جائے۔ خالہ نے یہی مناسب سمجھا اور ماہی نے شکر کیا کہ کوئی تو ٹھکانہ ملا۔ تو پیٹھ میں تیرے لئے چائے بناتی ہوں۔ خالہ اٹھ کے چلی گئی اور ماہی تلخ یادوں میں کہیں گم ہو گئی تھی۔

بتاؤ نہ صاحب مجھ سے شادی کرو گے۔ صنم نے اک بار پھر پوچھا۔ احمر نے اس کے کندھوں سے ہاتھ ہٹا لیے تھے۔ دیکھو۔ یہاں بیٹھو آرام سے اور میری بات سنو۔ احمر نے اسے صوفے پہ بٹھایا اور خود بھی اس کے پاس بیٹھ گیا۔ میرے لئے ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔ میں کوئی عام بندہ نہیں ہوں۔ اس وقت میں کہاں ہوں کیا کرتا پل پل کی خبریں میڈیا میں گردش کر رہی ہوتی ہیں۔ اس طرح تم سے میں شادی کر لوں۔ سو طرح کے سوال اٹھانے ہیں لوگوں نے کہ کون ہے لڑکی۔ اور۔۔ وہ چپ ہو گیا۔ صنم جو آنکھوں میں آنسو لئے اس کا چہرہ تک رہی تھی اضطراب سے بولی۔ بولو صاحب اور؟ اور کیا۔ دیکھو یہ ہے تو تلخ حقیقت مگر لوگ پوچھیں گے کہ تمہارا تعلق کس خاندان سے ہے۔ تمہارا بیک گراؤنڈ۔ وہ اک بار پھر چپ ہو گیا۔ ہم یہ منوا بھکاری پیشہ تو مجھے لگتا ہے مرتے دم تک

میری جان نہیں چھوڑنے والا۔۔۔ ماتھے پہ مہر لگ گئی ہے میرے کہ بھکارن ہوں۔ وہ تلخی سے مسکراتی اس کے پاس سے اٹھ کے کمرے میں چلی گئی۔ احمر سر جھکائے بیٹھا رہا۔۔۔

اگلے دن صنم بالکل نارمل ناشتے کے ٹیبل پہ بیٹھی ناشتہ کر رہی تھی جب وہ بھی آ کے اس کے برابر کی کرسی پہ بیٹھ گیا۔۔۔ آج میڈم کا موڈ بہت اچھا لگ رہا ہے۔ اس نے مسکرا کے کہا۔۔۔ ہاں صاحب آج بہت اچھا موڈ ہے میرا۔۔۔ وہ بھی مسکرا دی۔۔۔ صاحب میں آج تمہارے لئے ناشتہ بناؤں؟ واہ نیکی اور پوچھ پوچھ وہ ہنسا۔۔۔ کھا لو گے میرے ہاتھ کا؟ اک بھکارن کے ہاتھ کا۔ وہ ہنسی۔ احمر کی مسکراہٹ اک دم غائب ہو گئی۔ وہ وہاں سے اٹھ کے اپنے کمرے میں چلا گیا۔۔۔ وہ ناشتہ لے کر اس کے کمرے میں پہنچ گئی۔ ناراضگی اچھی بات نہیں ہے صاحب کر لو میرے ہاتھ سے ناشتہ آج آخری بار۔۔۔ وہ خود نوالہ بنا کے اسے کھلا رہی تھی۔۔۔ آخری بار کیا مطلب۔ اس نے نوالہ پیچھے کر کے پریشانی سے پوچھا۔۔۔ کیونکہ روز روز میں نہیں بنانے والی تمہارے لئے ناشتہ وہ ہنسی تو اس نے بھی ہنستے ہوئے کھانا کھایا۔۔۔ اچھا سنو! میں ایک دودن کے لئے جا رہا ہوں دوسرے شہر بزنس کے سلسلے میں۔ تم اپنا خیال رکھنا۔ اور کچھ چاہیے ہوا تو مجھے بتا دو ابھی میں لا دوں۔ اس کے بعد دروازہ بند ہی رکھنا۔ کوئی بھی آئے نہیں کھولنا دروازہ۔ وہ اسے سمجھا رہا تھا۔۔۔ کچھ بھی نہیں چاہیے صاحب۔ تم جاؤ بے فکر ہو کر۔۔۔ وہ مسکراتی۔۔۔۔۔۔۔

کچھ ہی گھنٹوں میں وہ تیار ہو کے اس کے سامنے کھڑا تھا۔۔۔ چلو میں اب نکلتا ہوں۔ دودن بعد ہوتی ہے پھر ملاقات۔ ٹھیک ہے صاحب۔ اس نے مسکرا کے کہا۔ بس جب میں واپس آؤں تو تم مجھے ایسے ہی ہنستی مسکراتی ملو۔ وہ مسکرایا۔۔۔

صنم نے اس کے جانے کے بعد اس کے لائے ہوئے کپڑے وہی پہ اتار کے رکھ دیے۔ اس نے الماری سے وہی اپنا لباس نکالا جس میں وہ گھر سے بھاگی تھی۔۔ اس نے منہ پہ چادر اوڑھی اور چلی گئی اسکا گھر عالیشان محل چھوڑ کے۔۔ بھکاریوں کو ہر جگہ کا علم ہوتا کہاں عزت دار رہتے اور کہاں۔۔۔۔ وہ بھی بھکارن تھی۔۔ اس نے مہر والنساء کے کوٹھے کی جانب قدم بڑھا دیے۔۔ اک لمحے کو وہ رکی سوچا کہ کیا کرنے جا رہی ہے مگر واپسی کے لئے کوئی در اسکے لئے کھلا نہیں تھا۔۔ اس نے چادر اتار کے نیچے پھینک دی اور زینے چڑھنا شروع ہوئی۔۔ سامنے اک فرہہ جسامت کی عورت منہ میں پان رکھے اور پاس پاندان کو گود میں رکھے بڑکیلے رنگ کی ساڑھی میں ملبوس زیور سے لدھی صوفے پہ بیٹھی تھی۔۔ اری کون ہے تو۔۔ کدھر چڑھتی جا رہی ہے ری۔۔ وہ چیخی۔۔ میں زرتاش۔۔۔۔۔ وہ گردن اٹھا کے بولی۔۔

urdu
novels mania
www.urdu novels mania.co

پنجرہ۔۔۔۔۔

قسط نمبر۔۔۔۔۔ 09

تحریر۔۔۔۔۔ نازی مشتاق

میں زرتاش۔۔۔۔۔ اس نے سر اٹھا کے کہا۔۔ آنکھوں میں بیگانگی تھی۔۔ لہجے میں تمام دنیا سے اک شکوہ تھا۔۔ مہر والنساء زمانے کی اونچ نیچ سمجھنے والی عورت تھی۔ صنم کا حلیہ اسکا لہجہ اسکے لڑھکتے قدم سب کہانی کہہ رہے تھے۔۔ ادھر آ میرے پاس۔ ادھر بیٹھ اس نے اپنے پاس صوفے پہ اسے

بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ خاموشی سے آ کے اس کے پہلو میں بیٹھ گئی۔۔ ماروی ری پانی لا جلدی۔ اس نے آواز دی تو اک نازک سی لڑکی ہاتھ میں کانچ کا گلاس پکڑے نزاکت سے چلتی ہوئی آئی۔۔ یہ پانی پی۔ آرام سے بیٹھ اور بتا مجھے کیا کہانی ہے؟ شوہر نے مارا پیٹا؟ کوئی جھگڑا ہوا؟ دیکھ ری جو بھی ہے ہمرا دھندہ تو اصولوں پہ چلتا ہے یہ جو رجبہ دستی ہم نہ کریں۔۔ میں تو یہی مشورہ تیرے کو دوں کہ چلی جا واپس۔ یہ بہت بری جگہ ہوئے۔۔ وہ عورت خود سے ہی بولتی جا رہی تھی۔۔۔

میں شادی شدہ نہیں۔ صنم دھیرے سے بولی۔۔ میں ہیں۔۔ کیا بولے۔ نوہ بچہ کس کا پیٹ میں لئے ہے۔ مہر والنساء تھوڑی پہ انگلی رکھ کے بولی۔ مجھے نہیں چاہئے یہ۔۔ مجھے تمہارے ساتھ کام کرنا۔۔ صنم کا لہجہ برف جیسا تھا۔ جس میں کسی قسم کے احساس کا شائبہ تک نہ تھا۔۔

کوٹھے کی زینت بننے والی حسینائیں جھالی کے پردے کی اوٹ میں چھپی تمام کہانی سن کے کانوں میں اک دوسرے کے سرگوشیاں کر رہی تھیں۔۔

کیا کام کرے ہے تو؟ مہر و النساء نے پوچھا۔۔۔ مجھے پہلے ہو سپیٹل چلنا ہے اس کے بعد مجھے جسم فروشی کا کام کرنا اپنی مرضی سے اور کسٹمر میری مرضی کے ہوں گے۔ وہ مہر و النساء کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے کچھ اس انداز سے بولی کہ بھرے ہال میں سناتا چھائے رہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

احمر ہسپتال میں اپنے بیٹے کے پاس سر پکڑے انتہائی پریشان بیٹھا تھا۔۔۔ ماہی۔۔۔ آئی۔۔
لو۔۔۔ یو۔۔۔ م۔۔۔ ا۔۔۔ ہی۔۔۔ وہ نیم بے خوشی میں بار بار اسی کو پکار رہا تھا۔۔۔ مانی

گاڈ۔ تو یہ محبت کا چکر تھا جو تم آج اس حال کو پہنچ گئے ہو۔ احمر نے اس کے ماتھے پہ اپنا ہاتھ رکھا۔۔۔
 تم ٹھیک تو ہو جاؤ۔ جہاں کہو گے میں وہی شادی کر دوں گا مائی سن۔ بس اک بار ٹھیک ہو جاؤ تم احمر کی
 آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگ گئی تھیں۔۔۔ احمر دن رات اس کے پاس تھا ایک ہفتے میں ہی
 شاہان کی حالت سنبھلنے لگی تھی۔۔۔ وہ ہسپتال سے ڈیسپارچ ہو چکا تھا۔ وہ کسی سے بھی زیادہ بات نہیں
 کرتا تھا زیادہ وقت وہ اپنے کمرے میں ہی گزارتا تھا اور وہ وقت وہ ماہی کے ساتھ گزارتا تھا اسکی
 یادوں کے ساتھ اسکی وہ ریکارڈنگ جو اس نے خود ریکارڈ کی تھی وہ سنتا رہتا تھا۔ احمر نے جب دیکھا
 کہ شاہان کی حالت کافی حد تک سنبھل چکی ہے وہ دوبارہ سے اپنے بزنس ٹور پہ نکل چکا تھا۔

صفدر دودن بعد گھر گیا تو صحن میں بیٹھی ماہی کو دیکھ کے اسکے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔ اسکا نشہ
 جاتا رہا۔۔۔ صفورہ نے صفدر کو یوں ماہی کو گھورتے دیکھا تو فوراً باہر آ گئی۔۔۔ آگیا ہے تو۔۔۔ یاد آ گئی کہ
 تیرا بھی کوئی گھر ہے اک بوڑھی ماں ہے جو گھر کا چولہا جلانے کی خاطر سارا دن خوار ہوتی رہتی اس عمر
 میں۔۔۔ صفورہ سر پہ دوپٹہ باندھے ماہی کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی۔۔۔ ماہی نے جب صفدر کو دیکھا تو اٹھ
 کے اندر چلی گئی۔۔۔ اماں۔۔۔ اماں یہ کون ہے اتنی پیاری لڑکی تو نہ تیرے خاندان میں اور نہ ہی ابا
 کے خاندان میں ہے۔ صفدر نے ہاتھوں کی مدد سے بالوں کو سیٹ کرتے ہوئے کہا۔ بخواس نہ کر اماں
 نے جوتا اٹھا کے اسکی کمر میں مارا۔۔۔ اوئے۔۔۔ اوئے۔۔۔ اس نے کمر سلہائی۔۔۔ کیا ہے اماں جب
 بھی سچ بولو تو آگے سے مجھے ایسے ہی پیٹتی ہے۔ اسی لئے میں گھر نہیں آتا۔ اس نے منہ بنایا۔۔۔ مگر

اب نہیں جاؤں گا گھر سے باہر۔۔ اس نے مونچھوں کو تاودے کے کمرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جہاں کچھ دیر پہلے ہی ماہی گئی تھی۔۔ ادھر ادھر۔۔ ادھر دیکھ میں ادھر ہوں اماں نے اٹھ کے اسکو کان سے پکڑ لیا۔۔ اور یہ تیری بہن ہے آئی ہے سمجھ۔ مجبور ہے کچھ دن تک میں اسکے گھر کا پتہ لگوں کے خود اسے چھوڑ کے آؤں گی۔ صفورہ نہیں جانتی تھی کہ صفدر کی نیت ماہی پہ خراب ہے۔ اس نے گھر سے باہر جانا چھوڑ دیا تھا۔۔ وہ کسی بھوکے بھیڑنیے کی طرح موقع کی طاق میں تھا کہ کب موقع ملے اور وہ اس خوبصورت لڑکی پہ اپنے ہاتھ صاف کرے۔۔۔ اور یہ موقع اسے جلد ہی فراہم ہو چکا تھا



پنجرہ۔۔۔۔۔

قسط نمبر۔۔۔۔۔ 10

تحریر۔۔۔۔۔ نازی مشتاق

زرتاش نے چند مہینوں میں ہی اپنا بہت نام بنالیا تھا۔ وہ کسی نو دولتیتے کو منہ نہیں لگاتی تھی۔ اس کے کسٹمر ہمیشہ سیاسی لوگ یا بڑے بڑے بزنس مین ہوتے تھے۔۔ ایک تو حسن اس کے پاس پہلے سے بے پناہ تھا اور کچھ رہی کسرا چھ لباس بناؤ سنگھار نے اس کے حسن کو چار چاند لگا دیے تھے۔ کسٹمر منہ مانگے دام لگاتے تھے۔ اسکی اک جھلک دیکھنے کو دولت کے انبار اس کے قدموں میں لگا دیتے

تھے۔۔ مہر والنساء بے حد خوش تھی زرتاش سے اس نے چند مہینوں میں ہی اسکے کوٹھے کا اک نام سوسائٹی میں متعارف کروادیا تھا۔ مہر والنساء نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بعد وہ مقام زرتاش کو سونپ دیا تھا۔ تقریباً ایک سال بعد مہر والنساء کی بیماری کی وجہ سے ڈیٹھ ہو گئی تھی۔۔۔۔۔

مجھے رقص سیکھاوگی تم۔ مجھے سکون ملتا اس میں۔۔ اپنا آپ بھول جانا مجھے بے حد سکون دیتا ہے۔۔۔

ماہی پاؤں سمیٹے سرخ فراک کی جھالرا اپنے چاروں اور پھیلائے انگلی سے فرش پہ نقش بناتے وہ بولی۔۔۔

زرتاش جو اوپر بیڈ پہ لیٹی تھی اسکی بات پہ اٹھ کے بیٹھ گئی تھی۔۔ مت کرو خود کو برباد کسی کی خاطر۔۔ کوئی فرق نہیں پڑتا کسی کی ذات پہ۔ نقصان صرف ہمارا اپنا ہی ہوتا ہے۔ اور یہ آرائش و زیبائش بس آنکھوں کا دھوکا ہے اصل میں تو یہ اک گہری دلدل ہے۔۔ اک بار پھنس گئے اس میں تو پھر موت ہی چھٹکارہ ہوتی ہے۔۔ اور محبت تو خود اک پنجرہ ہے سنہری پنجرہ جس میں جواک بار ہو گیا قید تو پھر وہ ساری زندگی اپنی خوشی سے اس میں قید رہنا پسند کرتا ہے۔ تمہارے لیے یہی قید کافی ہے۔ وہ مسکرائی اسکے حسین چہرے پہ مسکراہٹ تھی اور جھیل سی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔۔ میں نے کسی طوائف کو اتنا رحم دل اور دوسروں کا بھلا کرتے آج پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔۔ ماہی اس کے پاس آگئی تھی۔۔ طوائف۔۔ وہ منہ پہ ہاتھ رکھ کے ہنسنے جا رہی تھی۔ آنکھوں سے آنسو رواں

تھے۔۔ سوری مجھے یہ لفظ نہیں بولنا چاہیے تھا۔ ماہی شرمندہ ہو رہی تھی۔۔ ارے پاگل اک طوائف کو طوائف نہیں کہو گی تو کیا شریف زادی بولو گی وہ اپنے محسوس انداز میں منہ پہ ہاتھ رکھے دیر تک ہنستی رہی۔ اور ماہی اس کی ہنسی میں چھپے قرب کو اسکی آنکھوں سے چھلکتا دیکھتی رہی۔۔۔۔۔

باجی۔۔۔۔۔ تبھی اچانک کسی نے دروازے پہ دستک دی۔۔ ہاں شیمو۔۔ آجاو۔۔ زرتاش نے اپنے آنسو ہاتھ کی پشت سے صاف کیے۔۔ باجی رو رہی تھی کیا؟ شیمو نے زرتاش کا چہرہ تھوڑی سے اوپر کواٹھایا۔۔ ارے نہیں یہ تو خوشی کے آنسو۔۔ اچھا بتا کس لئے آئی ہے۔ وہ باجی ایک تو یہ بات ہے کہ آج ملک شاوریز کی کال آئی وہ شام کو آنا چاہتا تھا تبھی سے بات کرنے کوئی پارٹی ہے سیاسی چیلوں کی وہاں رقص کی محفل ہے وہ اس بارے میں آئے گا میں نے شام کا ٹائم دے دیا آج آپ فری تھی اس لئے۔۔ شیمو جو کہ اک ہجرہ تھا اور زرتاش اسے سڑک کنارے سے خود لائی تھی اپنے ساتھ جب وہ بے یار و مددگار تھا پڑا۔۔ زرتاش نے اسے یہاں نہ صرف ٹھکانہ دیا تھا بلکہ اسکا ہر طرح سے خیال رکھتی تھی۔۔ اچھا کیا شیمو آج میں فری ہی تھی۔ اور دوسری بات یہ ہے باجی کہ خیر و کی بھی کال آئی اسے پیسوں کی ضرورت ہے۔ او میں کیسے بھول گئی اس ماہ کا خرچ اسے دینا۔ زرتاش نے ماتھے پہ ہاتھ مارا۔۔ کون خیر و؟ ماہی نے پوچھا۔۔ چلو میرے ساتھ آج تم بھی چلو ملو اتی ہوں تمہیں اپنی فیملی سے میں۔ زرتاش مسکرائی۔ آج بھی؟ ماہی نے خیر انگی سے پوچھا ہاں ہاں ابھی چلو۔ اس نے ہنس کے ماہی کا بازو کھینچا۔۔

خان بابا میں زرا باہر جا رہا ہوں۔ کچھ دیر میں آ جاؤں گا۔ اور دیر ہو بھی گئی تو پریشان مت ہونا کہ ضروری کام سے جا رہا ہوں۔۔ شاہان کہتا ہوا باہر نکل گیا۔۔ ہیڈ فون میں آج بھی اسی ستم گر کی آواز گھونجتی تھی۔۔ ہاں شاہان میں صرف تم سے محبت کرتی ہوں وہ جتنی بار اسے سنتا اتنی ہی شدید اذیت

سے دوچار ہوتا تھا۔ یادوں میں گم وہ نجانے کب ماہی کے گھر کے سامنے آ رکا تھا اسے احساس ہی نہ ہوا تھا۔ وہ باہر نکلا اور ڈور بیل پہ ہاتھ رکھ دیا۔۔۔ اندر سے اسجد صاحب نکلے اور دروازہ کھول دیا۔۔۔ جی بیٹا۔ کس سے آپ کو ملنا ہے۔۔۔ انہوں نے پوچھا۔ تبھی اک عورت ویل چئیر گھسیٹی ان کے پاس آ رکی۔ بالوں کا جوڑہ بنائے آنکھوں پہ نظر کا چشمہ پہنے۔ اور دونوں ٹانگوں سے معذوریہ کوئی اور نہیں بلکہ میڈم بشری تھی۔۔۔ کون ہے؟ ارے شاہان بیٹا آؤ نہ۔ ماہی کے بعد ہم تو ترس ہی گئے کہ کوئی آئے ہمارے پاس بیٹھے ہمارا درد بانٹے۔ انہوں نے آنسو صاف کیے۔ شاہان جو شدید صدمے سے دوچار تھا اس نے اپنی کیفیت پہ قابو پایا۔ اور سر جھکائے اندر چلا آیا تھا۔۔۔

بیٹی میں زرا دوسرے گاؤں تک جا رہی ہوں بس اک دور کی رشتہ دار ہے جو بہن بنی ہے میری اسکی بیٹی کی کل شادی ہے ابھی سلمی کے گھر اسی کا فون آیا تھا۔ میں زرا ہو آؤں اک جوڑا رکھا اسکی بیٹی کے لئے وہ دے آؤں۔ کل تو نہیں جانے ہوگا مجھ سے اور تو بھی اکیلی ہے میں جلدی ہی آجاؤں گی۔ اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں نشہ کر کے ختم ہوا پڑا۔ بس پڑا رہتا اک کونے میں پھر بھی زرا محتاط رہنا۔ اس نے صفدر کی طرف اشارہ کیا جو چارپائی پہ سونے کا ٹانگ کر کے لیٹا تھا۔ مجبوری ہے ورنہ تجھے یوں نہ چھوڑ کے جاتی۔ صفورہ نے ماہی کے سر پہ بھوسہ دیا اور چلی گئی۔ ماہی اس کے جاتے ہی فوراً کمرے میں گھس کے اندر سے کونٹھی چڑھالی تھی۔ وہ اٹھا اور باہر نکل گیا۔۔۔ شیدے پڑیا تو، دے صفدر نے اپنے جگری یار کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ نہ باوے پہلے پیسہ ڈھیلا دے۔ یہ بس آخری پڑیا

پڑی ہے۔ شیدے نے صاف انکار کر دیا۔ یار دے دے نہ۔ صفدر اسکی منتیں کرنے لگا۔ نہ باوے نہ اس بات پہ کوئی لحاظ نہیں۔ شیدے نے ہی صفدر کو اس نشے پہ لگایا تھا۔ اچھا دے تو پھر آج شام چل میرے گھر اماں گھر نہیں ہے اور۔ وہ سوہنی آج دونوں بھائی عیاشی کریں گے۔ صفدر کیمینگی ہنسی ہنسا۔۔ تو یہ بات ہے یہ لے تو رکھ یہ بھائی ہے تو اپنا صفدر کی بات پہ شیدے کی بھی رالیں ٹپکنے لگی تھیں۔۔۔۔۔

پنجرہ۔۔۔۔۔

قسط نمبر۔۔۔۔۔ 11

تحریر۔۔۔۔۔ نازی مشتاق

ماہی کے دل میں اک انجانہ سا خوف بیٹھ گیا تھا۔ جیسے کچھ بہت ہی غلط ہونے جا رہا ہے اس کے ساتھ۔ وہ اک کونے میں دبکی بیٹھی تھی۔۔ صفورہ نے اپنی منہ بولی بہن رضیہ سے اجازت چاہی۔۔ ارے آپا رک میرا بھتیجا حمید تجھے چھوڑ آتا ہے اپنی موٹر سائیکل پہ۔ رضیہ نے مشکل آسان کر دی تھی۔۔ اللہ بھلا کرے تیرا۔۔ صفورہ نے تشکر بھری نگاہوں سے دیکھا۔۔ حمید نے بانیک تو لے لی تھی۔ مگر ابھی ٹھیک سے چلانا نہیں آتی تھی۔۔ کچھ ہی فاصلہ طے کر پائے تھے کہ اک اونچے ٹیلے سے اسکا پاؤں سسلپ ہوا بیلنس برقرار نہ رکھتے ہوئے دونوں بری طرح سے بانیک سے گرے صفورہ کی ٹانگ بانیک

کے نیچے آ کے بری طرح سے زخمی ہو چکی تھی۔ وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ دوسری جانب ماہی بے قراری سے صفورہ کا انتظار کرتے ہوئے کمرے کے چکر کاٹ رہی تھی۔ رات کا اندھیرا دھیرے دھیرے کمرے کے در و دیوار پہ کسی قوی ہیکل دیو کی طرح حاوی ہو رہا تھا۔ ماہی کا دل گھبرا رہا تھا۔ اس نے صفورہ کے جاتے ہی خود کو کمرے کے اندر بند کر رکھا، تھا۔ تبھی اسے سر سر اہٹ سنائی دی جیسے کوئی دھیرے سے بیرونی دروازے کا پٹ کھول کر اندر داخل ہوا ہو۔ اسکے دل کی دھڑکن بے قابو ہو رہی تھی۔ گھبراہٹ کی وجہ سے چہرے کا رنگ زرد پڑ رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں کھڑکی کے پاس سے سرگوشیوں کی آواز ابھری۔۔۔ شدید سردی میں بھی اس کے ماتھے پہ پسینے کے ننھے قطرے چمک رہے تھے۔ اس نے دوپٹے کے پلو سے پسینہ پونچھا، اور ڈرتے ڈرتے دیوار سے کان لگائے۔ دوسری جانب دیوار کی اوٹ میں صفرا اور شیدا سرگوشیاں کر رہے تھے۔ اس نے تو دروازہ بند کر رکھا ہے بتا اب دوسرا کوئی راستہ ہے؟ دیکھ صفرا نے آج کی رات برباد ہوئی تو میں پڑیوں کا تجھ سے برابر حساب وصول کروں گا۔ شیدے کو غصہ آ رہا تھا۔ ارے پاء شیدے سن تو یہ کھڑکی کس کام کی تبھی ادھر تجھے لایا ہوں میں۔ زرا سا جھٹکا دیتے ہیں دونوں بھائی اندر کو بس ہلکی سی ہی اٹکی ہے زرا سا زور لگایا تو اندر کو گر جائے گی۔ پھر دونوں بھائی اس نے ہنس کے اسے آنکھ ماری۔۔۔ چل پھر وقت ضائع نہ کر اور کام بننا زیادہ اب صبر نہیں ہوگا، شیدے نے صفرا کے سامنے اپنی بے بسی رکھی۔۔۔ ماہی کی ٹانگیں کانپ رہی تھی۔ خوف سے اس کا برا حال ہو رہا تھا۔ اسے اس وقت کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔ اچانک اسکی نظر کمرے کے کونے پہ پڑی کھاڑی پہ پڑی وہ بجلی کی سی تیزی سے کوندی اور کھاڑی لے کے دروازے کے ساتھ لگ گئی دونوں درندے کھڑکی کو، دھکے مارنے پہ لگے تھے تبھی ماہی

[illegible]

زرتاش ماہی کو اپنے ساتھ اک چھوٹی سی بستی میں لے آئی تھی۔ اک بھکاریوں کی بستی میں۔ یہ کہاں لے آئی ہو تم۔ اس نے خیرانگی سے پوچھا۔ یہ میرا خاندان ہے میرا ماضی ہے یہ۔ ماہی اسے کچھ نہ سمجھ میں آنے والے انداز میں دیکھنے لگ گئی۔ ہاں میں اک بھکارن تھی بس پیشے سے نفرت تھی۔

غلطی یہاں ہوئی مجھ سے کہ میں نے حالات بدلنے کے لئے جس راستے کا انتخاب کیا وہ ٹھیک نہیں تھا۔ میں نے شارٹ کٹ اپنایا اور ہر چیز کا شارٹ کٹ ہمیشہ نقصان ہی دیتا ہے۔ اب سب کچھ ہے میرے پاس بس سکون نہیں ہے۔ میں اب جو بھی کماتی وہ ان میں تقسیم کر دیتی ہوں تاکہ کوئی اور صدمہ نہ میرے جیسا رستہ اپنائے۔ میں اب انکی ضرورتیں پوری کرتی ہوں۔ وہ بتا رہی تھی اور ماہی اسے حیرت زدہ بس دیکھتی جا رہی تھی۔ ماہی میری بات مانو۔ واپس لوٹ جاو۔ یہ دنیا بہت ظالم ہے۔ میں تمہارے سامنے اک زندہ مثال ہوں۔ ماں باپ ہر غلطی معاف کر کے سینے سے لگا لیتے ہیں۔ میں اب بہت آگے نکل چکی ہوں میں واپس نہیں لوٹ کے جاسکتی میں ان کا سامنا سر اٹھا کے نہیں کر سکتی میرے پاس عزت کے نام پہ کچھ نہیں ہے۔ مگر تم جیسے آئی تھی اللہ نے تمہیں اپنی حفاظت کے خسار میں رکھا ہے تم لوٹ جاو میری بہن۔ زرتاش نے بھگی آ نکھوں سے کہا۔۔ ماہی سر جھکا کے گہری سوچ میں پڑ گئی تھی۔۔

شاہان بالکل بدل چکا تھا۔ اب اسکی زندگی کا واحد مقصد صرف اور صرف میڈم بشری اور اسجد صاحب کی ذمہ داریاں اٹھانا تھا۔ اس نے اک این جی او چلانا شروع کر دی تھی بے بس اور بے سہارا عورتوں کے تحفظ کے لئے۔ جہاں وہ باقی کا وقت گزارتا تھا۔ مگر اسے سکون تب بھی نہیں مل رہا تھا اک لڑکی جس سے اب وہ بے انتہا محبت کرتا تھا وہ صرف اسکی اک بے وقوفی کی وجہ سے نبجانے کہاں اور کس حال میں تھی۔ اور اس کی وجہ سے اس کی فیملی جس حال کو پہنچ گئی تھی اس سب نے اسکا سکون برباد کر

کے رکھ دیا تھا۔ وہ بس کسی طور اپنی غلطیوں کا ازالہ کرنا چاہتا تھا مگر جس سے یہ سب کرنا تھا وہ ہی لاپتہ تھی۔۔۔۔

پنجرہ۔۔۔۔۔

قسط نمبر 12

[illegible]

سب کچھ زرتاش کے بارے میں جاننے کے بعد ماہی کو اس سے خاص لگاؤ ہو گیا تھا۔ جتنی تکالیف سے گزر کے وہ زرتاش بنی تھی اس سب کے سامنے ماہی کو اپنی تکلیف بہت معمولی لگتی تھی۔ اس نے بہت سوچا اور بلاخر اک درست فیصلہ کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی اور وہ سب بھی صرف زرتاش کی وجہ سے ہوا تھا ورنہ تو وہ کبھی اپنے گھر واپس جانے کا فیصلہ نہ کر پاتی اور یوں ہی در بدر ہوتی رہتی۔ طوائف۔۔ زرتاش کی شخصیت پہ اک سیاہ دھبہ تھا۔ کوٹھا وہ صرف اپنے بل بوتے پہ چلاتی تھی اس نے کبھی بھی کوٹے پہ آنے والی کسی لڑکی کو کسی کے ساتھ رات کے لئے روانہ نہیں کیا تھا وہ ہمیشہ یہ کام اپنے سر لیتی تھی۔ اور باقی لڑکیوں کی عزت کی حفاظت کے لئے اک ڈھال بن کے کھڑی ہو جاتی تھی۔ اس نے تمام لڑکیوں کو صرف رقص کی اجازت دے رکھی تھی مگر جو راکوئی بغاوت پہ اترتی اسے کوٹھے سے نکال دیا جاتا تھا۔ ایسا نظام اور ایسی طوائف ماہی نے زندگی میں پہلی بار دیکھی تھی جو اک ماں کی طرح سب کو اپنے پروں میں چھپائے اکیلی ہی حالات سے لڑ رہی تھی۔۔۔

باجی۔۔ وہ ملک شاویز آیا ہے۔ شیمو دوپٹہ سنبھالتی کمرے میں آئی۔۔ اچھا بیٹھاؤ اسے چائے پانی کا پوچھو۔۔ میں زرا تیار ہو کے آتی ہوں۔ زرتاش کچھ ہی دیر میں رائیل بلیو کلر کی نفیس ساڑھی جس کے چھوٹے سے گولڈن کلر کے بلاؤز سے اسکا گورا بدن چمکتا ہوا جگہ جگہ سے باہر کو جھانک رہا تھا اس پہ کمر تک لہراتے سیاہ کھلے بال۔ وہ آ کے شاویز کے سامنے بیٹھ گئی۔ اور سنائیں سرکار۔ کیسے ہمارے غریب خانے پہ تشریف آوری ہوئی۔۔ وہ اک اداء ولفریبی سے مسکرائی۔۔ ہا ہا۔۔ وہ قہقہہ لگا کے ہنسا رہے میڈم ہمیں اپنی خدمت کا موقع تو دیں۔ اک شاندار پارٹی ہے کل شام کو رئیس احمر مہمان خصوصی ہے۔۔ شاویز نے رازداری سے بتاتے ہوئے کہا۔۔ کک۔۔ کون۔۔ زرتاش کو لگا شاید سننے میں غلطی ہوئی ہے اس سے۔۔ ارے میڈم رئیس احمر سیاست کی دنیا کا بے تاج بادشاہ ہے بس اسی کو خوش کرنے کو ہم سب لگے ہوئے دن رات کو شیشیں کرنے۔ اور آپ کے علاوہ پھر کسی دوسری شخصیت کا نام نہیں آیا زہن کے دریچوں میں وہ ہنسا۔ رئیس احمر۔۔ تصویر ہوگی آپ کے پاس مجھے بھی تو زرا دیکھائیں کہ یہ کونسی اہم شخصیت ہے تاکہ ہم بھی پھر اسی تیاری سے میدان میں اتریں۔۔ وہ پھسکی سی ہنسی ہنسی۔ اصل میں تو وہ اپنا شک یقین میں بدلنا چاہتی تھی۔۔ ارے ہاں میڈم جی۔۔ یہ دیکھو تو زرا۔۔۔ اس نے فون کی گیلری سے اس شاندار پرسنلیٹی کے بندے کی تصویر نکال کے فون اس کی جانب بڑھایا۔ زرتاش نے کانپتے ہاتھوں سے فون تھاما۔۔ سکرین پہ آٹھ سال پرانا جانا پہچانا چہرہ اک شاندار مسکراہٹ لبوں پہ سجائے مسکرا رہا تھا۔۔ تو گویا آٹھ سال بعد ہماری ملاقات اب کل ہوگی صاحب جی وہ کرب سے مسکرائی۔ کیا کہا میڈم جی۔ شاویز کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں بولا۔ کچھ نہیں بس اب تو بھر پور تیاری کر کے آنا ہوگا۔ آپ نے شخصیت ہی ایسی کو بلوایا ہے۔۔ وہ مسکرا

کے اٹھ گئی۔ اجازت دیں اب۔ ارے میڈم پیسوں کا حساب ابھی باقی کرنا رہتا ہے۔ شاویز حیرانگی سے اٹھا۔ اس بار آپ پہ چھوڑا ہے ملک جی جو چاہے نظر کرم کر دیجئے گا۔ وہ مسکراتی آنسو چھپاتی فوراً باہر نکل گئی اور شاویز حیران نظروں سے اسے جاتا دیکھتا رہا۔۔۔

وہ کمرے میں آئی اور گرم سم بیٹھ گئی۔ کیا ہوا ہے زرتاش آپ تو بہت خوش ہو کے گئی تھیں ماہی پاس بیٹھ گئی اس کے۔۔ کل چلوگی میرے ساتھ اک رقص کی محفل ہے۔ اور حیران نہ ہو اس لئے تمہیں لے کر جا رہی کہ وہاں وہ ستم گر آ رہا ہے میرا دشمن جاں وہ ہنسی۔ کل خود کو سنبھال نہ پاو گی تم چلنا میرے ساتھ۔ اس نے ٹھنڈے پڑتے ہاتھوں سے ماہی کے بازو تھام لیے۔۔ ہاں میں ضرور جاؤں گی ماہی نے اس کی آنکھوں سے گال تک بہتے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔۔۔

کل شام کو اک خاص پارٹی ہے بہت سے نیوبزنس کوئٹیکسٹ ملنے کا موقع مل سکتا ہے وہاں پہ۔ احمر نے کھانے کی میز پہ شاہان کو بتایا۔ مجھے نہیں پسند پاپا یہ پارٹیز اور واہیات ناچ گانے پارٹیز کی آڑ میں۔ اس نے دو ٹوک بات کی۔۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہے کل کی پارٹی بہت آؤٹ کلاس ہے۔ رقص اور غزل کی محفل سمجھ گئی۔ تم یقیناً بہت ریلیکس فیل کرو گے۔ اور آج سے پہلے میں نے کبھی تمہیں فورس کیا ہے کیا۔ تم نے جیسے ہر وقت خود کو کاموں میں مصروف کر رکھا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ چلو۔۔ احمر نے اپنا فیصلہ سنایا۔ اچھا ٹھیک ہے اگر کوئی کام نہ ہوا کل تو۔۔ شاہان نے کہا ٹیشو سے منہ صاف کیا اور وہ ٹیبل سے اٹھ گیا۔۔

زرتاش پنک پوشاس میں موتیوں سے جڑا گلوبند پہنے۔ بھاری جھمکے پہنے سائیڈ پہ اک طرف کو جھومر لگائے وہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔۔۔ وہ آج بہت اختتام سے تیار ہوئی تھی خاص صرف اور صرف اس کے لئے۔۔۔۔۔ ماہی نے سفید جھالی سے بنی سفید ہی موتیوں سے بُنی فراک پہن رکھی تھی چوڑی پاجامے کے ساتھ دونوں ہاتھوں میں سرخ گلاب کے گجرے پہن رکھے تھے وہ سادہ حسن کا امتزاج تھی وہ نہیں جانتی تھی کہ آج اسکی ملاقات کس سے ہونے والی تھی۔۔ آج کی شام کیا قیامت ڈھانے والی تھی اس پہ وہ اس بات سے بالکل انجان تھی۔۔۔۔۔



پنجرہ۔۔۔۔۔

قسط نمبر۔۔۔۔۔ 13۔۔۔۔۔ سیکنڈ لاسٹ

شاہان بلیک جینز پہ وائٹ نثر ٹ کے ساتھ بلیک جیکٹ پہنے بے حد ہینڈ سم لگ رہا تھا۔۔ احمر ہلکا سا دروازہ کھٹکھٹا کے اندر آ گیا تھا۔ جی تو صاحبزادے چلیں پھر۔۔ جی پاپا اونلی فاریو۔۔ ورنہ آپ جانتے میں بالکل انٹر سٹیڈ نہیں ہوں ایسی پارٹیز میں جانے کے لئے۔۔ اور ہاں اگر میں وہاں زرا بھی بور ہوا تو میں آجاؤں گا واپس۔۔ شاہان نے سامنے لگے قد آور شیشے میں خود پہ اک بھر پور نظر ڈالتے ہوئے کہا۔۔۔ ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ اب چلو پہلے ہی بہت لیٹ ہو چکے ہیں۔۔۔ احمر نے سگار کا کش

لگاتے ہوئے کہا اور دونوں گاڑی کی جانب بڑھ گئے۔۔۔ محفل اپنے عروج پہ تھی۔۔۔ خوبصورت غزل کی دھن پہ وہ بازو ہواؤں میں لہراتی رقص میں مگھن تھی۔ مگر دل کی دھڑکن بے قابو ہوئی جارہی تھی۔۔۔ آنکھیں پھولوں سے سچی راہ داری کی جانب بار بار اٹھ رہی تھیں۔۔۔ دل اسکی اک جھلک کا منتظر بے قابو ہو رہا تھا۔ مگر زہن بار بار متنبی کر رہا تھا کہ مت سامنا کر اسکا۔ کل تو اک بھکارن تھی اسکے لئے باعث شرمندگی اور آج تو بدنام زمانہ اک طوائف ہے آج کیسے اسکا سامنا کر پائے گی۔۔۔ ماہی نفیس قالین پہ رکھے قیمتی کشتز کے درمیان بیٹھی خیالوں میں گم ہاتھوں میں پہنے گجرے کی اک اک پتی کو نرمی سے گجروں میں جڑے پھولوں سے الگ کر رہی تھی۔ دل بے حد پریشان تھا مگر کیوں وہ یہ نہیں جانتی تھی۔۔۔ آج پتہ نہیں کیوں وہاں بیٹھے اسے اپنا ماضی یاد آ رہا تھا۔۔۔ وہ کیا تھی کچھ عرصہ پہلے اور آج وہ کیا ہے۔۔۔ واہ کیا چیز اللہ نے بنائی ہے مکمل سر تا پا حسن ہی حسن۔۔۔ ماہی کے کانوں میں کسی بہت بڑے بزنس مین کی آواز گونجی۔۔۔ میر صاحب کس پہ نظر کرم ہے آج۔۔۔ شاویز نے کن اکھیوں سے ماہی کی جانب دیکھ کے ہنستے ہوئے کہا۔۔۔ ماہی کو لگا کوئی کرنٹ اسکے جسم میں دوڑا ہو۔۔۔ وہ مزید سمٹ کے بیٹھ گئی تھی۔۔۔

www.urdu novelsmania.com

شاہان نے سڑک کے نیچو بیچ اچانک گاڑی روک دی۔۔۔ کیا ہوا ہے یہ کیا پاگل پن ہے۔ کوئی جگہ ہوتی گاڑی روکنے کی بھی۔ حد کرتے ہو تم بھی۔۔۔ احمر غصے سے چلا رہا تھا جبکہ پیچھے دو تین گاڑیوں کی لائن لگ چکی تھی۔۔۔ جو مسلسل ہارن پہ ہارن دیے جارہی تھیں۔۔۔ پاپا مجھ سے ڈرا یونگ نہیں ہو پارہی۔۔۔ پتہ نہیں کیا وجہ گھبراہٹ سی ہو رہی ہے پاپا۔۔۔ اس نے اپنا سر اسٹیرنگ پہ رکھ دیا۔ کیا ہوا ہے تم ٹھیک تو ہونہ؟ ہو سپیٹل چلیں۔ احمر نے ہاتھ شاہان کے شانے پہ رکھا۔۔۔ میں ٹھیک ہوں پاپا آپ

پریشان نہ ہوں۔ بس یوں ہی طبعیت زرا ہو گئی بوجھل۔ آپ ڈرائیو کر لو۔۔۔ شاہان باہر نکل آیا اور لوگوں کی گاڑیوں کے ہارن زور لعن طعن کی پرواہ کیے بغیر ہی اٹھ کے احمر کی سیٹ پہ جا بیٹھا احمر نے فوراً اسٹیرنگ سنبھالا اور گاڑی بھگادی۔۔۔ تمام رستہ بس خاموشی سے کٹا۔۔۔ محفل رنگ و بو سے پر تھی۔۔۔ چاروں اور شمعیں روشن تھیں۔۔۔ کسی تھی تو اسی اک ستم گر کی تھی۔۔۔ رقص جاری تھا۔۔۔ نگاہیں منتظر تھیں۔۔۔ تبھی وہ داخل ہوا محفل کی جان رئیس احمر۔۔۔۔۔ تمام احباب سے سلام دعا کے بعد وہ اپنی نشست پہ براجمان ہوا ہی تھا کہ گھن گھروں کی چھنکار میں زرتاش اس کے سامنے آ کے زراسا جھکی آداب صاحب۔۔۔ احمر کو لگا کوئی خواب ہے نہیں۔۔۔ نہیں یہ صنم نہیں ہے۔۔۔ مگر وہ آواز صاحب۔۔۔۔۔ دنیا کی بھیر میں بھی وہ اس آواز کو پہچان سکتا تھا۔۔۔۔۔ اس نے کہاں نہیں اسے ڈھونڈا تھا مگر کیا خبر تھی کہ آج اتنے عرصے بعد وہ اس کے سامنے اس روپ میں آئے گی۔۔۔ نظریں اسی پہ مرکوز تھیں۔۔۔۔۔۔۔ شاہان اپنی گھبراہٹ کو دور کرنے لان کی جانب نکل آیا تھا۔۔۔ پر فضاء ماحول میں چند قدم کی چہل قدمی کے بعد وہ کافی حد تک بہتر محسوس کر رہا تھا جوں ہی وہ محفل کی جانب بڑھنے لگا کوئی اس سے ٹکرایا تھا۔۔۔ معاف کیجئے گا۔۔۔ وہ بولا تھا۔ مگر سامنے جو کھڑی تھی۔۔۔ وہ وہی جامد و ساکت کھڑی تھی۔۔۔ اس نے سراٹھا کہ دیکھا دونوں اک دوسرے کو حیران نظروں سے تکتے جا رہے تھے کہ ایسا ممکن ہے کہ جسے دل ہر سو تلاش تار ہے وہ اچانک مل جائے۔۔۔ ماہی وہ بولا۔۔۔ ماہی نفرت بھری نگاہ اس پہ ڈال کے مڑنے لگی تھی کہ شاہان نے اسکا بازو تھام لیا۔۔۔ بہت مشکل سے ملی ہوا تنی آسانی سے تو اب جانے نہیں دوں گا۔۔۔ وہ مسکرایا۔۔۔

قسط نمبر۔۔۔۔۔14۔۔۔۔۔ آخری قسط

تحریر۔۔۔۔۔ نازی مشتاق

ہاتھ چھوڑیں میرا۔۔ ماہی نے ہاتھ شاہان کی مضبوط ہوتی گرفت سے چھڑوانا چاہا۔ میں بتا چکا ہوں کہ چھوڑنے کے لئے یہ ہاتھ نہیں تھا ماہی۔ اس نے مزید اسکا ہاتھ کھینچ کے اپنے سینے پہ رکھ لیا۔۔ اک لمحے کو ماہی کے دل کی دھڑکن بے قابو ہوئی۔ مگر اگلے ہی لمحے اسے ماضی کے وہ لمحات یاد آئے۔۔ جب اس نے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا اور اس سامنے کھڑے شخص نے کس طرح اس کے نہ صرف جذبات کچلے تھے بلکہ اسکی محبت کا مزاق بھی اڑایا تھا۔ دیکھو شاہان مجھ میں اب اور کچھ بھی برداشت کرنے کی اب سکت نہیں ہے۔ ہاں تم سے محبت کی تھی میں نے۔ اور اسکی بہت بڑی قیمت میں نے چکانی ہے تمہاری محبت کے آگئے میں نے اپنا گھر، ماں باپ سکون اطمینان اپنی تعلیم اپنا کیریئر سب کچھ قربان کیا ہے۔۔ میں یہ بھی نہیں کہوں گی کہ بدلے میں مجھے کیا کچھ ملا۔ کیونکہ محبت جب ہو جائے پھر نفع نقصان تو کوئی معنی ہی نہیں رکھتا ہے۔۔ مگر اب میرے پاس کچھ بھی باقی نہیں ہے کھونے کو۔۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل کے اسکے گالوں کو بھگور رہے تھے۔۔ وہ چپ چاپ اسے سن رہا تھا۔۔ اس نے ہاتھ بڑھا کے اسکے آنسو زمی سے صاف کیے۔۔ پلیز میرے ساتھ چلو۔۔ بہت کچھ بتانا ہے مجھے تمہیں۔۔ اتنے سالوں میں میں نے تمہیں کتنا۔۔۔۔۔ اسکی بات ابھی منہ میں ہی تھی کہ وہ

بولی۔۔۔ بس شاہان پلیر اب بس۔۔۔ مجھے تمہارے ساتھ نہیں جانا ہے۔۔۔ اب ترس کھا رہے ہو تم میری حالت پہ تم جانتے ہی کیا ہو مجھے اس عرصے میں زندگی نے کیا کیا رنگ دیکھائے ہیں۔۔۔ جانتے ہو میں کچھ عرصے سے کہاں رہ رہی ہوں۔۔۔ وہ روتے ہوئے بولے جا رہی تھی۔۔۔ مجھے کچھ نہیں جانا بس تم مجھے مل گئی ہو مجھے کچھ بھی غرض نہیں ہے اور کسی بھی بات سے۔۔۔ اس نے ماہی کا دوسرا ہاتھ بھی تھام کے اسے اپنے قریب کرنا چاہا۔۔۔ نہیں رئیس شاہان احمر آپ کو جانا ہو گا اب سب کچھ جو آپ مجھے ساتھ لے جانے کے دعوے کر رہے ہیں نہ تو تمہیں پتہ ہونا چاہیے کہ اب میں قابلِ عزت نہیں ہوں۔۔۔ میں اک طوائف کے کوٹھے پہ رہتی ہوں۔۔۔ سنا تم نے کوٹھے پہ رہتی ہوں اس نے دونوں ہاتھوں سے اسے پیچھے دھکیلا اور آنسو صاف کرتی زرتاش کی طرف گئی۔۔۔ وہ حیران اسے دیکھتا تیز قدم اٹھاتا اس کے پیچھے لپکا۔۔۔ زرتاش رقص میں مگھن سامنے بیٹھے اپنے محبوب کے قدموں میں نچا رہی ہوئی جا رہی تھی۔۔۔ ماہی نے سر سے دوپٹہ اتارا، کمر پہ باندھا اور زرتاش کے ساتھ رقص میں اسکا، ساتھ دینے لگی۔۔۔ اک لمحے کو زرتاش کی آنکھوں سے ماہی کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا مگر وہ دیوانی اپنے محبوب سے انتقام لینے کو اسے یہی بہتر انتقام لگا۔۔۔ کل اس نے ماہی کو آزمائش میں ڈالا تھا اور آج اسکی باری تھی کڑے امتحان سے گزرنے کی۔۔۔ اسکا چہرہ ضبط سے سرخ ہو رہا تھا۔۔۔ وہ مٹھیاں بھینچے سامنے کھڑا تھا۔۔۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سفید اجلا موتیوں سے جڑا لباس تھامے گھوم رہی تھی۔۔۔

بس اب صبر نہیں ہو رہا میری جان کیا چیز ہے تو۔۔۔ سیٹھ میرا ک اثر و رسوخ والا بزنس میں تھا جسکی کافی دیر سے ماہی پہ گندی نظر تھی اب جو وہ رقص میں مگھن تھی تو سیٹھ میرا ضبط جواب دے رہا تھا اسنے جام

سے بھرا شیشے کا گلاس فرش پہ پٹخا اور ماہی کی اور دیوانہ وار بڑھا۔۔ اس کے پاس جاتے ہی اس نے ماہی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ جو رقص میں مگھن تھی اس اچانک ہونے والی سپریشن کے لئے بالکل تیار نہ تھی۔ ماہی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ سب ہونے والا ہے وہ ان اچانک پیدا ہونے والے حالات سے بوکھلا کے رہ گئی تھی۔۔ شاہان نے ماہی کا ہاتھ جب کسی اور کے ہاتھ میں دیکھا وہ حواس باختہ اسٹیج کی جانب بڑھا۔ اک زناٹے دار تھپڑ سیٹھ میر کو جڑا اور ماہی کو بازو سے پکڑتا کھیچتا اپنی گاڑی میں دھکیلا۔۔ زرتاش پہ نیم بے ہوشی طاری ہو چکی تھی ریس احمر حالات کی نزاکت دیکھے بنا زرتاش کو باہوں میں اٹھا کے ہسپتال کے لئے نکل چکے تھے اپنے دوست کی گاڑی میں۔۔

میں بکواس کر رہا تھا چلو میرے ساتھ۔۔ یہ تماشا لگانا ضروری تھا کیا؟ اسکا غصہ کسی طور بھی کم نہیں ہو رہا تھا۔۔ ماہی جو کافی دیر سے سہمی پیٹھی تھی بالاخر بولی۔۔ تمہیں کیا فرق پڑتا ہے کوئی میرا ہاتھ پکڑے۔ یا کچھ بھی کرے۔ تمہیں اسے کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے۔ میرا اور تمہارا تعلق کب کا ختم ہو چکا ہے۔۔ شٹ اپ جسٹ شٹ۔۔ اسنے خود پہ قابو پایا۔۔ نہیں بتاؤ نہ تمہیں کیوں اتنی تکلیف ہو رہی ہے؟ وہ تم ہی تھے جس نے آج یہاں تک پہنچایا مجھے۔ اس کے لفظوں سے شاہان کو بے حد

تکلیف ہو رہی تھی تھا تو سچ مگر بہت تکلیف دہ۔۔۔ اور میرا یہ روز کا کام ہے رقص امیر زادوں سے میل ملاپ اس نے تو صرف ہاتھ پکڑا میرا اور تمہیں تکلیف ہو رہی ہے میں تو اسے بھی آگے کی حد تک جا چکی۔۔ وہ اسے مزید تپانے کی ٹھان چکی تھی۔۔۔۔ ہا ہا ہا ہا ہا۔۔ غصہ تو بہت تھا مجھے مگر تمہاری باتوں پہ میرا ہنسی پہ کنٹرول مشکل ہو رہا ہا ہا کیا کہا اس سے بھی آگے کی حد۔۔ چہرے کا رنگ دیکھو اپنا ابھی تک زرد پڑا ہوا ہے۔۔ اور ہاتھ تمہارے اب بھی بری طرح کانپ رہے ہیں۔ تمہارا روز کا

کام تو صرف ہاتھ پکڑنے پہ ایسی حالت کیوں۔۔۔ اس نے کن اکھیوں سے ماہی کو دیکھا۔۔۔ ہم زمانہ گھومتے لمحے میں پتہ چل جاتا کون کتنے پانی کی مچھلی ہے میڈم۔۔۔ وہ پھر سے ہنسا۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں مجھے سردی لگ رہی ہے اس وجہ سے کپ کپا ہٹ ہے۔۔۔ اس نے نظریں چرائی۔۔۔ اس سے تو وہ کبھی بھی بحث میں جیت نہیں سکتی تھی۔۔۔ اس نے گاڑی روک کے اپنی جیکٹ اسکی جانب بڑھائی۔۔۔ ماہی نے اک لمحے کو اسکی جانب دیکھا۔ جس کی آنکھوں میں اس کے لئے بے پناہ پیار تھا۔۔۔ اس نے چپ چاپ جیکٹ لے کے پن لی جو اسکے جسم کی خوشبو سے مہک رہی تھی۔۔۔ ماہی کو اک سکون سا محسوس ہوا۔۔۔ تم نے شادی کر لی۔۔۔ ہاں کر ہی لی ہو گی۔۔۔ ابھی تک تو اور کس کے انتظار میں بیٹھے رہنا تھا تم نے۔۔۔ وہ خود ہی سے سوال جواب کیے جا رہی تھی اور اسے اور بھی پیار آ رہا تھا ماہی پہ۔ وہ اب بھی اسی سے محبت کرتی تھی یہ خیال اسے اندر تک سرشار کر رہا تھا۔۔۔ ہاں کر لی ہے اور دو چار بچے بھی ہیں اس نے ہنسی پہ قابو پاتے ہوئے کہا۔۔۔ ہمم۔۔۔۔۔ مجھے کس لئے لیکر آئے ہو؟ اس نے شکوہ بھری نظروں سے دیکھا۔۔۔ کیونکہ میں وہاں تمہیں چھوڑ کے نہیں آ سکتا تھا۔۔۔ اس نے پرسکون لہجے میں کہا۔۔۔ مگر کیوں؟ تمہاری بیوی کو برا نہیں لگے گا آدھی رات کو اک لڑکی تمہارے ساتھ گاڑی میں آتی۔۔۔ اس نے تیکھے لہجے میں کہا۔۔۔ ٹینشن نہ لو اسے میں پہلے ہی میکے چھوڑ آیا ہوں۔ شاہان نے ہنستے ہوئے کہا۔۔۔ تو بیوی سے بھی چیڈنگ کرتے ہو۔ بدلے نہیں ہو تم مجھے لگا تھا بدل گئے ہو گے۔۔۔ اس نے تنک کر کہا۔۔۔ ہا ہا ہا۔۔۔ بدلنا ہماری فطرت میں نہیں ہے۔۔۔ وہ ہنسا۔۔۔۔۔ زرتاش کو ہسپتال پہنچا کے وہ پریشان باہر کھڑا گراؤنڈ کے چکر کاٹ رہا تھا۔۔۔ کیا بات ہے احمر اتنے پریشان کیوں ہو تم وہ بھی صرف اک طوائف کے لئے۔۔۔ سعد نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تھا۔ وہ

واحد اسکا دوست تھا جو اسکے ہر دکھ سکھ میں اسکا ہمدرد اسکا راز دان تھا۔۔۔ احمر نے سر جھکا لیا۔۔۔ تو۔۔۔ اگر میں غلط نہیں۔۔۔ تو۔۔۔ کیا یہ وہی لڑکی ہے جسکی محبت میں تم مبتلا ہو گئے تھے آج سے چند سال پہلے۔۔۔ اور تمہاری جو حالت ہوئی تھی اسکے جانے کے بعد یہ مجھ سے بہتر کون جان سکتا ہے۔۔۔ کیا میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نہ؟ وہ ہنوز سر جھکا لے اب پاس پڑے بیچ پہ بیٹھ چکا تھا۔۔۔ ہاں یہ وہی ہے۔۔۔ اس نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔۔۔ تو اپنا کیوں نہیں لیتے اسکو۔۔۔ ماضی میں اسے کھونے کی غلطی کر بیٹھے ہوئے۔ انجام بھی دیکھ چکے ہو۔ کیا پھر سے وہی غلطی دوہرانے کا ارادہ ہے۔ سعد نے کہا۔۔۔ نہیں اب نہیں۔۔۔ اب کی بار وہ گئی تو۔۔۔ میں مر جاؤں گا۔۔۔ اس نے اپنی محبت کا اعتراف بہت سادگی سے کیا تھا۔۔۔ تو سوچ کیا رہے ہو جاو اور اس سے اعترافِ محبت کر کے اسے ہمیشہ کے لئے اپنے پاس رکھ لو میرے یار۔ سعد نے مخلصانہ مشورہ دیا۔ وہ مان جانے لگی کیا؟ احمر نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔۔۔ ہاں تم منانے بغیر وہاں سے آنا ہی نہ پاؤں پکڑ لینا کچھ بھی کر کے بس منا لینا۔ اس نے احمر کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کے اسے حوصلہ دیا۔۔۔ وہ بھگی آنکھوں سے مسکراتا وہاں سے اٹھ کے زرماتاش کے پاس چل دیا۔۔۔ آج وہ اسے جیت کے آنا چاہتا تھا۔۔۔

وہ اسے لے کے اپنے گھر پہنچ چکا تھا۔۔۔ اندر آو اس نے دروازہ کھول کے اسے کہا۔ وہ چپ چاپ اندر آ گئی۔۔۔ تم سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔۔۔ اس نے ماہی کو صوفے پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔۔

مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی تم بہتر ہوگا کہ یہ باتیں اپنی بیوی سے کرو۔۔۔ اس نے منہ موڑ کے بے رخی سے کہا۔۔۔ اس نے ماہی کا ہاتھ پکڑ کے اسے اٹھایا اور اپنے کمرے تک لے گیا۔۔۔ محسوس کرو اس کمرے میں صرف تمہاری یادوں کی خوشبو مہکتی ہے۔۔۔ اپنے دل سے گواہی لو کہ یہاں کوئی اور عورت تھی وہ اس کے قریب آگیا۔ اس کا ہاتھ پکڑ کے اپنے سینے پہ رکھ کے بولا۔۔۔ محسوس کرو یہ دل کسی اور کے لئے دھڑک سکتا ہے کیا؟ وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پوچھ رہا تھا اور وہ حیران اسے بس تکیے جا رہی تھی۔۔۔ کیا تم مجھ سے کوئی اور مزاق کرنے کا سوچ رہے ہو۔ دیکھو شاہان میرے پاس اب کچھ نہیں بچا اور اب تم شادی شدہ۔۔۔۔۔ وہ بول رہی تھی کہ اس نے ماہی کے لبوں پہ ہاتھ رکھ دیا وہ اس کے قدموں میں گھٹنے ٹیک کے بیٹھ گیا تھا۔۔۔ مجھے معاف کر دو ماہی۔ تمہارے جانے کے بعد مجھے تمہاری محبت کا بہت شدت سے احساس ہوا تھا۔ میں نے کہاں نہیں ڈھونڈا تمہیں۔۔۔ ہر پل میرا اک اذیت میں گزرا ہے۔۔۔ مجھے بہت جلد احساس ہو گیا تھا کہ مجھے تو تم سے شدید محبت تھی۔۔۔ وہ اسکے سامنے گھٹنے ٹیک کے بیٹھا محبت کا اظہار کر رہا تھا۔۔۔ مگر تمہارے بیوی بچے۔ وہ معصومیت سے بولی۔۔۔ وہ اٹھ کے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ تمہارے علاوہ میں کیا کسی اور کا ہوسکتا ہوں اس نے ماہی کے دونوں کندھوں پہ ہاتھ رکھ کے کہا۔۔۔ میں صرف تمہارا ہوں۔ میں نے زندگی میں صرف تم سے محبت کی ہے اور شادی بھی صرف تم سے ہی کروں گا۔ اپنی بیوی کی جگہ میں صرف تمہیں ہی دیکھتا ہوں۔۔۔ وہ پیار سے مسکرایا تو وہ شرمائی اس نے منہ دوسری جانب موڑ لیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہی شاہان احمر ہے۔۔۔ اگر میں نہ یقین کروں تو۔ اس نے مسکراہٹ چھپاتے ہوئے کہا۔۔۔ اس نے ماہی کا رخ اپنی جانب موڑ لیا۔ اس کے گرد اپنے مضبوط بازوؤں کی گرفت

خائل کر لی اسے مزید اپنے اس قدر نزدیک کر لیا کہ وہ اسکی گرم سانسیں اپنے چہرے پہ محسوس کر سکتی تھی۔ کیا واقعی نہیں یقین۔ وہ مسکرایا۔ ماہی کے ماتھے پہ ابھرنے والے سردی میں بھی پسینے کے ننھے قطرے وہ بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ اسے مزید اس پہ پیار آ رہا تھا۔ اس نے بازو اس کے گرد سے ہٹا لیے۔ جاؤ بیگم ابھی وقت نہیں آیا رومانس کا وہ ہنسا۔ ماہی شرما کے اس سے دور ہٹ گئی۔ تم یہی سو جاؤ میرے کمرے میں میرے بستر پہ۔ یہ میری خواہش ہے وہ مسکرایا اور آپ اس نے گھبرا کے کچھ اس انداز سے پوچھا کہ بے اختیار وہ ہنسنے لگ گیا۔ بے فکر ہو میں یہاں نہیں سوؤں گا۔ وہ ہنستا ہوا باہر آ گیا۔ اس رات نیند کو سول دور تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ماہی اس کے پاس ہے

احمر ہلکا سا دروازہ کھٹکھٹا کے اندر آ گیا تھا۔ زرتاش اب کافی بہتر تھی وہ اٹھ کے بیٹھ گئی تھی۔ احمر اس کے بیڈ کے ساتھ رکھی کرسی پہ بیٹھ گیا تھا۔ صاحب تمہارا شکریہ۔ مجھے واپس کوٹھے تک چھوڑ آؤ گے؟ بس آخری احسان کر دو وہ غمزہ لہجے میں بولی۔ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔ وہ اٹھ کے اس کے سامنے ہی بیڈ پہ بیٹھ گیا تھا۔ بولو صاحب اس نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔ مجھ سے۔ شادی کر لو۔ دیکھو انکار مت کرنا میں واقعی تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ احمر نے ہار مانتے ہوئے کہا۔ نن۔ نہیں صاحب ایسا دوبارہ مت کہنا۔ میں اب صنم نہیں ہوں۔ میں بڑے بڑے سیاستدانوں کے بستر کی زینت بننے والی اب میں زرتاش بیگم ہوں۔ اس نے بے دردی سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ تم جو بھی ہو آج سب میری وجہ سے ہے۔ میں نے بہت تلاش کیا تھا تمہیں۔ تمہاری مجھے عادت سی ہو گئی تھی جو کہ محبت ہی تھی۔ بس میں ہی نہ سمجھ پایا۔ اب مت جاؤ مجھے چھوڑ کر

تمہارے میں پاؤں پکڑتا ہوں۔ اس نے تر آنکھوں سے زرتاش کے پاؤں تھام لئے۔۔۔ مت کرو ایسا صاحب میں تمہارے قابل نہیں ہوں اب۔ کل کو اک بھکارن تھی تمہیں ڈرتھا لوگوں کی باتوں کا۔ آج مجھے ہر کوئی جانتا ہے بدنام زمانہ طوائف کے نام سے۔ منہ دیکھانے کے لائق نہیں رہو گے۔ اس نے تلخی سے کہا۔۔۔ محبت میں ان باتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔۔۔ اور تم آج جو بھی ہو صرف میری غلطی کی وجہ سے ہو۔۔۔ معاف کر دو مجھے۔ ہو جاو میری مت جاو مجھ سے دور۔۔۔ وہ کسی معصوم بچے کی طرح رو رہا تھا۔ اس نے اپنا سر زرتاش کے قدموں پہ رکھ دیا۔ وہ بے بسی سے اسے دیکھنے لگ گئی تھی۔ ہو گئی ہوں تمہاری صاحب۔ آج سے نہیں ہمیشہ سے ہی صنم تو صرف صاحب تمہاری ہی تھی۔ احمر نے بے یقینی اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے اسے دیکھا جو بھگی آنکھوں سے مسکرا رہی تھی۔۔۔ احمر نے فرط جذبات سے اسے گلے سے لگا لیا تھا

وہ اپنے ہاتھوں سے ناشتا بنانے کے اپنے کمرے میں آیا۔۔۔ وہ بہت سکون سے اس کے بستر پہ سو رہی تھی۔۔۔ اسے اپنے اس قدر پاس دیکھ کر شاہان کو اپنی قسمت پہ یقین نہیں آ رہا تھا۔۔۔ آٹھ جاو ہونے والی بیگم اس نے پیار سے اس کے ماتھے پہ بوسہ دیا تو اس نے آنکھیں کھول دی شاہان کو خود پہ جھکا دیکھ کر وہ گھبرا، سی گئی تھی۔۔۔ پریشان مت ہو میں اپنی حد جانتا ہوں وہ مسکرایا۔ شادی سے پہلے تک کی حدود میں جانتا ہوں وہ شرارت سے مسکرایا۔ وہ اٹھ کے بیٹھ گئی تھی۔۔۔ اچھا جلدی سے ناشتہ کر لو ہمیں کسی جانا ہے۔ وہ بولا۔۔۔ کہاں اس نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔۔۔ بس کسی جانا ہے اک بہت بڑا سر پرانز ہے تمہارے لئے۔۔۔ وہ اپنے مخصوص انداز میں مسکرایا۔۔۔ اس نے جلدی سے ناشتہ ختم

کیا۔ کچھ ہی دیر میں وہ ماہی کے گھر تک جاتی سڑک پہ گامزن تھے۔۔۔ جب اس نے ماہی کے گھر کے سامنے گاڑی روکی تو وہ بے یقینی سے اسے تنکے جا رہی تھی۔۔۔ حیران مت ہو۔۔۔ بس وہ سب تمہیں لوٹانا چاہتا ہوں جو میری وجہ سے چھین گیا تھا۔ اس نے کہا۔۔۔ ماہی خوشی اور غم کی ملی جلی کیفیت میں مبتلا تھی۔ کچھ ہی دیر میں اسجد صاحب نے دروازہ کھول دیا تھا آؤ بیٹا کیسے ہو تمہاری ماں تم سے ناراض ہوئی ہے کل جو تم نہیں تھے آئے۔ وہ مسکرا کے کہتے ہوئے چل رہے تھے آگے۔۔۔ ماہی کا ہاتھ پکڑ کے وہ اندر آ گیا تھا۔ بابا آپ سے ملنے کوئی میرے ساتھ آیا ہے۔ شاہان نے کہا تو اسجد صاحب رک گئے۔۔۔ انہوں نے مڑ کے دیکھا تو سامنے ماہی تھی بہ مشکل ضبط کیے ہوئے۔ باپ کو دیکھتے ہی وہ دوڑ کے گلے لگ گئی پاپا۔۔۔ پاپا۔۔۔ وہ ان کا چہرہ چوم رہی تھی۔ میری گڑیا کہاں کھو گئی تھی۔۔۔ بشری بیگم جلدی آؤ ہماری گڑیا آگئی ہے واپس۔ بشری بیگم شاہان کی توجہ اور دیکھ بھال سے آج اپنے قدموں پہ کھڑی تھیں۔۔۔ ماہی۔۔۔ ماہی میری جان ماہی کو دیکھتے ہی ان کے جذبات آنسوؤں کی صورت آنکھوں سے چھلک رہے تھے۔۔۔

کچھ دیر بعد جب تینوں خود کو سنبھال چکے تھے تو بشری بیگم بولی۔ ماہی تم جانتی ہو شاہان نے تمہاری غیر موجودگی میں ہمارا ہر طرح سے خیال رکھا۔ اک بیٹا بن کے ہماری خدمت کرتا رہا ہے یہ۔ آج اگر ہم تمہارے سامنے ہیں تو صرف اسکی وجہ سے۔۔۔ ماما میں آپ سے کچھ مانگنا چاہتا۔ شاہان نے جھجھکتے ہوئے کہا۔ بیٹا اک بار مانگ کے تو دیکھو۔ اسجد صاحب بولے۔ پاپا، ماما میں ماہی کو چاہتا ہوں اور آج سے نہیں کالج ٹائم سے۔ میں اس سے شادی کر کے ہمیشہ کے لیے آپ کا بیٹا بننا چاہتا ہوں۔ وہ سر جھکا ئیے کہہ رہا تھا۔ کیوں بھی ماہی ہماری گڑیا کو پسند ہے ہمارا بیٹا۔ اسجد صاحب نے پوچھا۔ آپ کو

پسند ہیں یہ تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ وہ کہہ کے مسکرا کے اپنے کمرے میں چلی گئی تو تینوں ہنسنے لگ گئے تھے۔۔۔

ماہی آج بے حد خوش تھی وہ دلن بنی بیٹھی تھی شاہان کے پہلو میں اک طرف اسکا من چاہا ہمسفر تھا۔
اور دوسری جانب اسکی بے حد عزیزاں اسکی خیر خواہ اسکی دوست صنم دلن بنی بیٹھی تھی احمر کے پہلو میں
- زندگی کس قدر حسین تھی اسکا صحیح معنوں میں اندازہ اسے آج ہوا تھا -

احمر کے پہلو میں بیٹھی صنم سوچ رہی تھی کہ محبت واقعی اک ایسا پنجرہ ہے جس میں رہائی ممکن ہی نہیں
ہے کسی طور بھی - یہ قید دنیا کی حسین ترین قید ہے -----

ختم شد

